افادات احمدیہ

غیر مطبوعہ حصہ دوم

سید العلماء فخر المحدثین رئیس الاذکیاء والمتکلمین

قاسم ثانی حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی رحمۃ اللہ علیہ

بہ تحشی مولانا حافظ قاری سید محمد رضوی خلف الرشید

حضرت مولانا سید احمد حسن رحمۃ اللہ علیہما

مرتبہ

پروفیسر ڈاکٹر سید وقار احمد رضوی
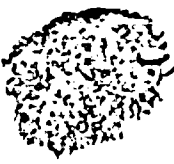
بنیرۂ سید العلماء

فہرست افادات احمدیہ حصہ دوم

فہرست فتاویٰ

از: پروفیسر ڈاکٹر سید وقار احمد رضوی

مقدمہ

افادات احمدیہ حصہ دوم میرے دادا سید العلماء حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی" کی غیر مطبوعہ تحریرون اور فتاوی کا مجموعہ ہے۔ جس پر میرے والد مولانا حافظ قاری سید محمد رضوی" کے حواشی ہیں۔ اور شروع میں آغاز سخن کے عنوان سے ان کا دیباچہ ہے۔ میں ان تحریروں کو اپنی کتاب۔ سید العلماء مولانا سید احمد حسن محدث۔ احوال و آثار کا حصہ قرار دے کر من وعن شائع کر رہا ہوں۔ تا کہ ان کا افادہ عام ہو۔ اس سے قبل میرے والد مولانا سید محمد رضوی نے مفتی کفایت اللہ دہلوی کی تعاون سے افادات احمدیہ کا حصہ اول شائع کیا تھا۔ جواب نایاب ہے۔ اس لئے ان مطبوعہ مضامین کو بھی شامل اشاعت کر رہا ہوں۔ چونکہ ان دونوں کتابوں میں زیادہ فتاوی ہیں۔ اس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فتاوی کی تاریخ کیا ہے۔ تو عرض یہ ہے۔ کہ فتویٰ عربی زبان کا لفظ ہے۔ جو کہ افتاء سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی رائے یا اظہار کے ہیں۔ لیکن شرعی اصطلاح میں لفظ فتویٰ کا اطلاق معاملات زندگی میں پیش آمدہ مسائل وسوالات کے بارے میں شریعت کے حکم پر ہوتا ہے جو کہ علماء شریعت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ بتاتے ہیں۔ فتوی دینے والے کو مفتی کہا جاتا ہے۔ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ شرعی علوم میں مہارت رکھتا ہو۔ جیسے مفتی محمد اعظم مفتی کفایت اللہ تھے۔ جو شامی اور فتاوی عالمگیری سے فتاوی لکھتے تھے۔ میرے دادا سید العلماء مولانا سید احمد حسن محدث کے پاس ملک بھر سے استفتاء آتے تھے۔ وہ چونکہ تمام شرعی اصطلاحون، اصول وقواعد، ناسخ منسوخ، راجح مرجوح، حلال وحرام کا ادراک بخوبی رکھتے تھے۔ اس لئے وہ استفتاء کے جوابات شرعی احکام میں شریعت اسلامی کی فہم کے ساتھ دیتے تھے۔

شریعت اسلامی میں فتوی کا آغاز آنحضرت ﷺ کے زمانے ہی سے ہو گیا تھا۔ خود قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔ مثلاً روح کے بارے میں پوچھا گیا کہ روح کیا ہے۔ اس کا جواب قرآن مجید نے یہ دیا کہ آپ کہہ دیجئے قل

الروح من امر ربی کہ روح اللہ کی شان ہے۔ اسی طرح جب یہ پوچھا گیا کہ تمہارا رب کون ہے۔ اس کا حسب نسب کیا ہے۔ تو اس کے جواب میں قرآن مجید نے کہا کہ آپ کہ دیجئے کہہ اللہ ایک ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔ پھر ایک موقع پر یہ پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی۔ تو اس کا جواب قرآن مجید نے یہ دیا کہ الیہ یرد علم الساعۃ اس کا علم اللہ ہی کو ہے غرض قرآن مجید نے کئی مسائل کی وضاحت کی۔ قرآن حکیم میں لیستفتونک اور لیعلونک کے الفاظ آئے ہیں۔ وہ دراصل کسی مسئلہ کے بارے میں سوال ہے جس کا جواب بذریعہ وحی دیا گیا۔ اس طرح کے سوالات سورۂ بقرہ، سورۂ مائدہ، سورۂ اعراف اور سورۂ انفال میں ملتے ہیں۔ اکثر صحابہ کرام آنحضرت ﷺ سے پیش آمدہ مسائل کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ جس کا جواب آپ قرآن مجید سے دیا کرتے تھے۔ احادیث میں یہ جوابات محفوظ ہیں۔ جس سے اُمت کو رہنمائی ملتی ہے۔ علماء نے انہی احادیث سے فقہ کی تدوین کی۔ نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے فتویٰ نویسی کا سلسلہ جاری رکھا۔ جنھون نے پیش آمدہ مسائل کا حل احادیث کی روشنی میں کیا۔ مدینہ منورہ میں فقہا تھے۔ جو علم کے ماہر تھے۔ اور جنھون نے اکابر صحابہ۔ یعنی حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت زید بن ثابت اور دیگر صحابہ سے اکتساب علم کیا تھا۔ ان فقہائے سبعہ کے نام یہ ہیں:

۱۔ سعید بن الحسیب ۲۔ عروہ بن زبیر ۳۔ قاسم بن محمد ۴۔ ابوبکر صدیق
۵۔ عبیداللہ بن عبداللہ ۶۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن ۷۔ خارجہ بن زید وغیرہ

حضرت علیؓ کی فقہی عظمت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ فقہی مسائل میں حضرت علیؓ سے رجوع کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے حضرت علی سے مشورہ کئے بغیر فتویٰ دیدیا۔ پھر جب حضرت علی کو معلوم ہوا تو آپ نے اصل شرعی فتویٰ سے آگاہ کیا تو حضرت عمر نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔ چنانچہ مشہور ہو گیا کہ لولا علی لھلک عمر اگر حضرت علی نہ ہوتے تو حضرت عمر ہلاک ہو جاتے۔

صحابہ کرام کے بعد یہ سلسلہ تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد فقہائے اُمت تک پہنچا۔ ائمہ مجتہدین کے دور میں شریعت اسلامی کے اس اہم شعبہ فتویٰ نویسی میں وسعت ہوئی۔ امام احمد بن حنبل نے خلق قرآن کے بارے میں رد کا فتویٰ دیا۔ شاہ عبدالعزیز نے انگریزی سلطنت کے خلاف دارالحرب کا فتویٰ دیا۔ غرض حالات وگردوپیش، آمدہ مسائل میں اضافہ کے لحاظ سے اجتہاد واستنباط کا دائرہ بھی وسیع ہوا۔ تو اس فن فتویٰ نویسی میں بھی وسعت پیدا ہوئی۔ فقہاء، ائمہ، محدثین کرام نے اس فن کے اصول وقواعد مدون کئے۔ یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری میں اس فن کے حوالے سے کئی علماء فقہار کی تصانیف منصہ شہود پر آئیں۔ امام احمد بن حنبل کے مسئلہ خلق قرآن کے رد کا فتویٰ اور امام مالک بن اَنس کے طلاق مکرہ کے فتوے نے فتویٰ کو تقدس کا درجہ دیا۔

میرے دادا سید العلماء مولانا احمد حسن محدث امروہوی ایک عبقری شخصیت تھے۔ اور بلاشبہ آپ نادر روزگار شخصیات میں تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اوصاف حمیدہ سے متصف کیا تھا۔ ان کے اندر تبحر علمی تھا۔ ان کے علمی سمندر سے بہت سے چشمے ابلے اور سینکڑوں تشنگان علوم نے ان سے سیرابی حاصل کی۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ ملک بھر سے ان کے پاس استفتاء آتے تھے۔ جن کے جوابات وہ دیتے تھے۔ افسوس ہے کہ ان کے بہت سے فتاوی، نادر تحریرین تلف ہو گئیں۔ گھر میں ایک رجسٹر فتاوی باقی رہ گیا تھا۔ وہ میں نے محفوظ کرلیا تھا۔ اس کتاب کے ساتھ وہ شائع کر رہا ہوں۔ ان کے مشہور فتاوی مین فاتحہ خلف الامام، بہشتی دروازہ، بسم اللہ جزء الحمد ہے یا نہیں اور امکان النظیر اور امتناع وغیرہ ہیں۔ اس موضوع پر شاہ اسمٰعیل شہید پر بھی کلامی مباحثہ ہوا تھا۔ یہاں میں اپنے دادا کے فتویٰ کا ایک نمونہ پیش کر رہا ہوں۔ جس میں جسمیۃ باری تعالیٰ سے بحث کی ہے۔ تاکہ قارئین کرام کو اندازہ ہوجائے کہ ان کے فتاوی کس قدر عالمانہ فاضلانہ ہوتے تھے۔ یہ فتویٰ ماہنامہ القاسم دیوبند شعبان المعظم ۱۳۲۸ء میں چھپا تھا۔ نمونہ یہ ہے۔

سوال دربارہ جسمیہ باری تعالیٰ

خداوند تعالیٰ شانہٗ کا کسی مادیت پر ظہور فرمانا، ممکن ہے یا نہیں۔ امکان حلول یعنی خدائے پاک کے کسی جسم میں حلول کر جانے سے سوال نہیں۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ خود حق تعالیٰ کا جسم ہونا (مثلاً ایک فرد، افراد انسان سے ہو جانا) ممکن ہے تو کس طرح اور خارج از امکان ہے تو کیون اور کس برہان عقلی یا شرعی سے۔ سائل: بندہ محمد احمد سورتی عفی عنہ۔

یہ مسلم ہے کہ وجود شی کو جیسا اس کے لوازم و آثار کا وجود ضروری ہے۔ علی ہذا لوازم و آثار نقیض کا عدم نیز ضروری۔ پس واجب الوجود و ازلی الثبوت چونکہ نقیض ہے ممکن الوجود اور حادث کا۔ لہٰذا لازم ہے کہ لوازم و آثار مرتبہ وجوب وجود و ازلیت وجود سب متحقق ہون۔ اور لوازم و آثار مرتبہ حدوث و امکان جملہ منتفی علم و ارادہ و مشیت و قدرت سمع و بصر وغیرہ جو صفات کمال کا اس ذات عین صفات کمال کے لئے جیسے واجب الثبوت ہونا ضروری ایسے ہی حدوث و امکان و جملہ سمات نقصان سے تنزیہ و تقدیس اُس ذات مستجمع صفات کے نیز لازم۔ اور صفت کاملہ سبوحیت و قدوسیت کی اس تنزیہ کے لئے کافی دلیل۔ چنانچہ اسی صفتِ سبوحیت کو دلیل لا کر صفات حدوث و امکان و سمات عیب و نقصان مثلاً وجود شریک باری یا وجود ولد یا وجود لوازم بشریت وغیرہ سے کہیں یون تنزیہ فرماتے ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون۔ کہیں یون ارشاد ہے۔ سبحانہ ان یکون لہ ولد۔ کہیں یون ہدایت۔ کانا یاکلان الطعام۔ جسم ہونا چونکہ ہیولی و صورت کا محتاج یا اجزائے لاتجزی سے ترکیب اور ظاہر کہ وجود کل کو وجود اجزاء کی حاجت اور نیز ظاہر کہ احتیاج از جملہ صفات بلکہ عدم پر مرتب۔ پس وہ ذات مستجمع صفات کہ جملہ مراتب وجود و تمامی صفات کو محیط ہے اور عدم و تمامی شوائب و سماتِ عدم و صفات حدوث و امکان سے بہ یہمہ جہت منزہ۔ جسم ہونا یا جسم ہو کر پایا جانا اس کا کیونکر ممکن ہو بے شک ممتنع ہے۔ و بے شبہ محال نیز جسم ہونے کو متشکل ہونا ضرور۔ غذا کی حاجت، خیر و مکان کی ضرورت۔ حرکت یا سکون لازم اور ظاہر کہ تشکل بغیر احاطہ حدود ناممکن۔ اور احاطہ حدود احاطہء عدم سے عبارت اور یہ جملہ از جملہ حدوث و منجملہ سمات نقصان بلکہ عین آثار

صفات حدوث و امکان۔ اور پایا جانا ان آثار حدوث و امکان کا فی ذاتہ تعالیٰ و تقدس محال۔ پس جسم ہو کر پایا جانا اس باری عز قدرتہ و جل مجدہ کا بوجہ استلزام ان محالات شتی کے نیز محال۔ نہ تحت قدرت داخل اور نہ تحت مشیت۔ عموم قدرت سے محالات و ممتنعات باستثناء عقلی خارج بلکہ لفظ شئی کا مصداق۔ اصلی وہی ہے جو تحت مشیت داخل ہو۔ پس نہ ممتنعات و محالات تحت ہذا العموم داخل ہیں اور نہ خود ذات و صفات باری عزّ وجلّ۔ پس جب صفات باری مقدور نہیں اور ثبوت ان کا لذاتہ تعالیٰ و تقدس واجب۔ صفت جسمیت لذاتہ تعالیٰ اگر ممکن الوجود ہوتی لازم تھا ابدی و ازلی ہو کر متحقق ہوتی نہ یون کہ اذا شاء فعل و اذا لم یشاء لم یفعل۔ بالجملہ باری عز و جل کا جسم ہو کر پایا جانا شرعاً و عقلاً ہر طرح ناممکن ہے و بہ ہمہ جہت محال۔ کسی طرح نہ تحت قدرت داخل ہے نہ تحت مشیت اور جو ممکن جانے اور جائز رکھے گمراہ ہے۔ ایمان و اسلام اس کا خطر قوی سے خالی نہیں۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم وھو بکل شیءٍ علیم۔ فھوا اعلم بالصواب والیہ الرجوع فی کل باب۔ احقر الزمن احمد حسن امروہی غفرلہ۔

(مطبوعہ ماہنامہ القاسم دیو بند شعبان المعظم ۱۳۲۸ نمبرا جلد نمبرا مدیر رسالہ حبیب الرحمٰن عثمانی) واہ واہ کیا شان ہے فتویٰ کی آپ نے دیکھا کہ کہنا صرف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جسم سے مبرا ہے۔ کیونکہ انسان ممکن الوجود ہے۔ اور جو ممکن الوجود ہے وہ حادث ہے یعنی فنا ہو جانے والا ہے۔ کیونکہ جسم فانی ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالی واجب الوجود ہے اور غیر فانی ہے۔ لہذا اس کا جسم ہونا غیر ضروری ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ بقائے ابدی ہے۔

اس بات کو ثابت کرنے کے لئے مولانا احمد حسن محدث نے جو عقلی دلائل پیش کئے ہیں اور قرآن مجید سے استنباط کیا ہے۔ اس سے ان کے علوئے فکر اور علمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہی علمی شان ان کے تمام فتاویٰ میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے ان کو زیور طبع سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔ ایک اور بات یہ کہ ماہنامہ القاسم دیو بند کا پہلا شمارہ جلسہ دستار بندی ۱۳۲۸ء پر شائع ہوا تھا۔ اور اس میں مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی نے اعلان کیا تھا کہ القاسم کے سرپرست حضرت مولانا احمد حسن صاحب

ہوں گے اور ان کے فیوض علمیہ سے ادارہ مستفیض ہوتا رہے گا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا احمد حسن محدث کس پایہ کہ عالم تھے۔ تمام علمائے دیوبند ان کی علمیت کو مانتے تھے۔ اور ان کے علم کے سامنے سرتسلیم خم کرتے تھے۔ میرے دادا سید العلماء حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی ؒ نے اپنی جدوجہد سے جو عزت حاصل کی وہ میرے لئے باعث فخر اور تمام اُمت کے لئے سرمایہ ملت ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر سید وقار احمد رضوی

نبیرۂ

سید العلماء حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی ؒ

کراچی

از مولانا حافظ قاری سید محمد رضوی

آغاز سخن

اس مین شک نہین کہ بزرگان اسلاف کی یاد تازہ رکھنے ان کے مواعظ و معلومات سے مستفید ہونے اوران کے حالات وواقعات سے آگاہ اوران کے افعال واقوال سے سبق اوران کے ملفوظات سے مستفید ہونے کا بہترین طریقہ ان کی سوانح کی ترتیب اوران کی تالیفات وتصنیفات کی اشاعت ہے (افادات احمدیہ) جوآج کتابی صورت مین آپ کے پیش نظر ہے انہی اغراض ومقاصد کی فی الجملہ کفیل اوراسی مدعا ومقصود کی عملی تکمیل ہے۔

سید العلماء فخر المحدثین حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہویؒ کے نام نامی اسم گرامی کی عظمت وشہرت اسکو لفظی تحسین وستائش کی سطحی نمایش سے مستغنی بنانے کے لئے کافی ہے۔ حسن صورت حسن سیرت اور فضائل وکمالات ظاہری وباطنی کے بہت کم مدارج ومراتب ایسے ہونگے جوقدرت کے فیاض ہاتھون نے مولانائے مرحوم کوعطا نہ کئے ہون آپ حسن وجمال صوری اور فضل وکمال معنوی کی مجسم تصویر تھے۔ آپ کی فصاحت وبلاغت اور خداداد ذہن وذکاوت اور خداداد علمی تبحر کی نسبت صرف یہہ کہہ سکتے ہین (ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء)

آپ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے سچے جانشین اور شیخ الطریقت شیخ العرب والعجم حضرت الحاج مولانا شاہ امداداللہ صاحبؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کی تقاریر اور تحریرات نمونہ ہین حضرت نانوتویؒ کی۔ اس لیے آپ کو قاسم ثانی کہا جاتا ہے۔ حضرت محدث امروہویؒ کی وفات کے بعد متصلا چند نایاب مضامین ہم نے طبع کرائے تھے۔ اور "افادات احمدیہ" کے نام سے ان کو شائع کیا تھا۔ اہل علم اور ملک نے ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اوراس قدر وہ مقبول ہوئے کہ ہاتھوں ہاتھ وہ کتاب فروخت ہوئی اور آج اس کے نسخے کمیاب اور نادر ہیں۔

آج ہم ان مسائل اوراس کے ساتھ دیگر اہم مضامین شامل کر کے طبع کرارہے ہیں۔

جن کا مطالعہ موجودہ الحاد و دہریت کے دور میں مسلمانون کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اور علمی ذوق رکھنے والون اور طلبائے مدارس کے لئے خصوصی طور پر ان کا مطالعہ مذہبی اسلامی معلومات کے اضافہ کا باعث ہے۔ قیمتی اور نایاب مضامین جو آج تک منظر عام پر نہیں آئے ہم ان کو مسلمانون کے افادۂ عام کے لئے شائع کر رہے ہیں۔ اور وہ عجیب مضامین جن کی معلومات کے لئے علمی دنیا بے چین تھی آج ہم ان کو مطالعہ کے لئے سامنے لا رہے ہیں۔ اگر اہل علم اور مسلمانون نے ان کی قدر کی تو ہم انشاء اللہ تعالی دیگر مضامین بھی طبع کرا کے آپ کے سامنے پیش کرین گے۔

اس لئے ہم اہل علم سے خصوصاً اور مسلمانون سے عموماً گزارش کرتے ہیں کہ وہ اوّلین فرصت میں اس نادر کتاب کو اپنے مطالعہ کے لئے منتخب فرمائیں۔

اسلامی دنیا کے زبردست عالم جنکا تبحر علمی علماء کی جماعت مین مسلم ہے اس یکتا کے ملفوظات چند پیسون مین آپ کو مل رہے ہین۔ گو عام مذاق بگڑ چکا ہے اسلامی کتب اور اسلامی لٹریچر سے دلچسپی نہین ہے لیکن آج ان ہی کتب کے مطالعہ کی سخت ضرورت ہے تاکہ ہم دہریت کے مسموم اثرات سے محفوظ رہ سکین اسوجہ سے پہلے سے زیادہ آج اسلامی کتب اخلاقی کتب کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔

حضرتؒ کی سوانح حیات قدرے تفصیل کے ساتھ تذکرہ مشائخ دیوبند مولفہ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری نے لکھے ہین ملاحظہ فرما سکتے ہین کتاب کی طوالت کے پیش نظر بیان نہین کیے گئے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے حضرت مولاناؒ کی وفات سے متاثر ہو کر جو اشعار فرمائے ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الہند کی نظر مین حضرتؒ کا کسقدر راونچا مقام ہے۔ چند اشعار یاد ہین نمونتاً پیش کرتا ہون

حضرت قاسم نشانی دے گئے تھے ہم کو ... گم ہوئی تصویر قاسم آج صد حسرت ہمارے ہاتھ سے
ہر جگہ استاد کی خالی پڑی ہے دیکھ لو ... اپنی اپنی جائے پر قائم ہین سب اہل کمال
مین یہہ کہتا ہون وفات قاسمی ہے ہو نہو ... لوگ کہتے چل بسے علامہ احمد حسن

بادل پریاس آئی کان مین میرے صدا حک ہوئی تصویر قاسم صفحہء دنیا سے لو

۲۹ ربیع الاول بعد نماز عشاء وصال فرمایا اور ۳۰ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ بعد نماز ظہر اپنے قائم کردہ مدرسۃ اسلامیہ جامع مسجد میں تدفین عمل مین آئی۔

۱۔تشریح آیت کریمہ شریفہ

آیت شریفہ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیہم وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون

بظاہر آیت پر شبہ واقع ہوتا ہے کہ بمقتضائے قاعدہ عربیہ یون فرماتے ما کان اللہ معذبہم وانت فیہم وما کان اللہ لیعذبہم وہم یستغفرون۔ یعنی قاعدہ عربیہ یہہ ہے کہ جملہ فعلیہ کے ساتہہ جملہ فعلیہ ذکر کرنا اور جملہ اسمیہ کے ساتھ جملہ اسمیہ ذکر کرنا مستحسن ہے پھر کیا وجہہ کہ خداوندکریم نے جملہ فعلیہ کے ساتہہ جملہ اسمیہ اور جملہ اسمیہ کے ساتھ جملہ فعلیہ ذکر فرمایا۔

دراصل اس پیرایہ کے اختیار فرمانے مین ایک بڑی حکمت غامضہ کیطرف اشارہ ہے اور عجیب نکتہ ہے وہ یہہ ہے کہ جملہ اسمیہ دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے اور جملہ فعلیہ تجدد وحدوث پر دلالت کرتا ہے لہذا اولاً جملہ اسمیہ کیساتہہ جملہ فعلیہ ذکر کرنا اشارہ اسطرف ہے کہ جبتک وجود محمدی ﷺ ثابت ومستقر دنیامین ہے انکو عذاب دائی تو کیا معنے؟ وقتی دون وقت بھی عذاب نہین دین گے۔ اور دوسرے جملہ مین جو جملہ فعلیہ کے ساتہہ جملہ اسمیہ بیان فرمایا ہے اشارہ اسطرف ہے کہ جبتک وہ استغفار کیجا ئین گے ہم انکو دائی طور پر عذاب ندین گے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

۲۔تشریح آیتہ شریفہ

آیت شریفہ "سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الے المسجد الاقصیٰ الخ۔ خداوندکریم جل واعلے اپنے کلام پاک مین ارشاد فرماتے ہین کہ پاک ہے وہ ذات جسنے اپنے بندہ کو راتون رات مسجد حرام سے لیکر مسجد اقصے تک سیر کرائی۔ اس آیتہ سے معراج محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور علوئے مرتبہ حضور کا اور شان محبوبیت کا اظہار بیان کرنا مقصود ہے۔

واقعہ معراج مین حضور سرور عالم ﷺ کو وہ مرتبہ ملا اور وہ قرب باری تعالے عزاسمہ حاصل ہوا اور وہ راز ونیاز کی خداوند عالم سے باتین ہوئین کہ انبیاء سابقین اور جملہ خلائق مین نہ کسی کو یہہ مرتبہ حاصل ہوا اور نہ ہو جنکی مختصر تعریف یہہ ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

چونکہ اس معراج مین ایسے ایسے امور عظام وقوع مین آئے جس کے محال اور غیر ممکن ہونے پر تمام
عقلاء کا اتفاق ہے۔ یعنی آسمان کا پھٹ جانا اور فرق والتیام کا ہونا جو عندالحکماء از جملہ مستحیلات
ہے نیز جسم خاکی حیز اصلی تمت ہے نہ فوق اسکا حیز اصلی اور میل کلی کو چھوڑ کر جانب فوق جانا یہہ بہر
از جملہ محال ہے ایسے ایسے امور بعید از عقل کا وقوع مین آنا تو مقتضی اس امر کا تہا کہ اس موقع پر اپنی
قدرت کاملہ کا اظہار فرماتے اور ایسے الفاظ اختیار فرماتے جو خداوند عالم کی اعلی درجہ عظمت اعلی درجہ
کی قوۃ پر دال ہوتے یعنی مثلاً یون فرماتے اَلقدیر الذی اسری بعبد یا جو الفاظ اوسکی عظمت کے
مناسب ہوتے وہ بیان فرماتے سبحان بیان فرمانے کا کیا موقع تہا کوئی یہان ایسا عیب ہے جسکی
پاکی بیان فرمائی جاتی ہے۔ صاحبو اس شبہ کا جواب یہہ ہے کہ چونکہ یہہ وقت معراج وہ وقت ہے
کہ خداوند عالم اپنے محبوب کو اپنے پاس بلاتا ہے اور حضور کی محبوبیت اور اپنی عاشقیت کا اظہار کرنا
مقصود ہے تو کیا عجب ہے کہ کوئی واہم اس حالت کو دیکہکر یون خیال کر بیٹھے کہ خداوند پاک نہایت
بے چین اور سوز وگداز مین بیتاب ہوکر اپنے محبوب کو بلاتا ہے حاشا یہہ وجہ نہین وہان بے چینی
کیسی سوز وگداز کیسا۔ سوز وگداز اوسکو ہو جو عاشق وصل محبوب پر قادر نہو۔ خداوند عالم کو آپ سے تو
کیا معنے؟ ہر فرد بشر سے اس درجہ قرب ہے کہ رگ گردن سے زیادہ خود ارشاد فرماتے ہین (نحن
اقرب الیہ من حبل الورید) پھر اوسکو مفارقت کیسی اور اوسکو بے چینی اور سوز وگداز کیسا لہذا اس
واہمہ کو رفع کرنیکے لیے ارشاد فرمایا (سبحان الذی) یعنی وہ ذات ایسے واہمہ اور خیالات باطلہ سے
پاک اور ایسے نقصانات سے بالکل بری ہے نیز یہی شبہ اس آیت شریفہ مین واقع ہوتا ہے کہ جب
اس آیت سے شان تجدید اظہار کرنا مقصود ہے تو ایسے الفاظ بیان کرتے جو حضور سرور عالم ﷺ کی
محبوبیت پر دال ہوتے یعنی خداوند عالم یون فرماتے کہ (سبحان الذی اسری محبوبہ یا بمطلوبہ) پر کیا
وجہہ کہ ان الفاظ کو چھوڑ کر لفظ (عبد) کو اختیار فرمایا سو صاحبو جواب اس شبہہ کا یہہ ہے کہ جب
خداوند عالم نے حضور نبی کریم علیہ التحیات والتسلیم کی ایسی قدر فرمائی کہ اپنے پاس بلایا اور وہ علاقہ
خصوصیت برتا کہ نہ کسی نبی سے ایسا برتاؤ ہوا اور تمام کمالات ظاہری و باطنی کا آپکو مظہر ٹہرایا تو کیا

عجب ہے کہ کوئی آپ کے ایسے کمالات کو دیکھکر نعوذ باللہ خدا یا خدا کا بیٹا سمجھے اور اوسکی ذات وصفات مین آپکو شریک ٹھہرائے جیسے نصاری نے کمالات عیسوی کو دیکھکر حضرت عیسی کو خدا یا خدا کا بیٹا کہا لہذا خداوند کریم پہلے سے واہمہ کو رفع فرماتے ہیں کہ دیکھوان کمالات محمدی اور اس عروج کو دیکھکر کہین محمد ﷺ کو خدا کا شریک ٹھہرالین وہ تو خدا کے بندے ہین اور غلام نہ خدا کے شریک اور ساجھی دوسرے اس لفظ کے اختیار فرمانے مین ٹھیک اشارہ اسطرف کہ جو کچھہ یہہ کمالات حضور کو حاصل ہوے بندہ ہونیکی وجہہ سے ہوئے جو مقام بندگی مین کامل ہوگا وہی خداوند عالم کے ہان بلند مرتبہ پر فائز ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

۳۔قرأۃ خلف الامام

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص حنفی المذہب امام کے پیچھے الحمد پڑھتا ہے اور آمین بالجہر ورفع یدین نہین کرتا اور جو منع کیا جاتا ہے کہ قرءۃ خلف الامام منع ہے تو کہتا ہے کہ کوئی حدیث مرفوع منع کرنیکے بارہ مین آئی ہے تو دکھلادو یا یہہ کہ الحمد امام کے پیچھے پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی اور گنہگار ہوتا ہے تو الحمد پڑھنی چھوڑ دونگا اگر کوئی حدیث مرفوع آئی ہو تو معہ حوالہ کتاب مطلع فرمائین۔

الجواب

آیت شریفہ (واذا قری‌ء القرآن فاستمعوا لہ لعلکم ترحمون) جسکا حاصل یہہ ہے کہ قرآن پاک پڑھتے وقت آداب قرآن یہہ ہے کہ خاموش ہوکر اسکو سنو اگر یون آداب بجالاؤ گے تم پر رحم کیا جاویگا۔ یہہ آیت صاف طور پر اس بارے مین صراحۃ النص ہے کہ بحالت قرءۃ قرآن پاک ہم مامور بالسکوت ہین سورہ فاتحہ ہو یا کچھ اور پڑھا جائے اب اس آیت کے ہوتے ہوئے حنفی اگر قرءۃ خلف الامام سے منع فرمائیں تو کیا خطا۔ اور بمقابلہ اس حدیث (لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب) کو جو جز واحد ہے اور ظنی الثبوت اگر ناکافی سمجھین تو کیا بیجا۔ انصاف یہہ کہ

بمقابلہ آیت وہ اگر دوسری آیت جو دربارہ جواز قرءۃ خلف الامام ہے مطالبہ کریں بجاء خود ہے اوسپر لطف کہ دوسری حدیث جسکے رجال سند معتبر ہین یون وارد (من کان وراء الامام فقرء الامام فقرأۃ لہ) جس سے مضمون آیت کی کھلی تائید اب (حدیث لا صلوۃ الا بفاتحہ الکتاب) فی حق المنفرد ہے یا فی حق الامام اور آیت مذکورہ اور حدیث ثانی فی حق المقتدی۔ ہذا ہو مذہب امامنا الاعظم رحمۃ اللہ علیہ وعلے المذہب حدیث و آیت مین کوئی تعارض نہین اور دونون پر عمل بخلاف مذہب ہذا غیرہ کے کہ اگر حدیث پر عمل ہے تو آیت اور حدیث ثانی پر ترک عمل لازم آتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۴۔ فاتحہ وغیرہ

کیا فرماتے ہین علماء دین مسائل ذیل مین کہ روحونکا اپنے گھر شب جمعہ وشب برأت وغیرہ کو آنا اور بددعا کرنا عدم تصدیق پر اپنے اہل وعیال اور اولاد کو۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحیح ہے یا نہین اسپر عقیدہ کرنا کہ روحین آتی ہین کیسا ہے اور جو روحونکی آنے کو درست نجانے وہ شخص متبع سنت ہے یا نہین اور تیجہ دسوان وغیرہ جائز ہے یا نہین اور مزارات پر چراغ جلانا۔ چادر وطعام وبالیدہ وغیرہ چڑہانا درست ہے یا نہین اور طواف بہی کرنا اور فاتحہ فی زمانا درست ہے یا نہین۔ مانعین کو وہابی کہنا اونکو برا کہنا اور تخصیص جمعرات کی سنت کہنا فاسد ہے یا نہین۔

الجواب

مسائل مستفسرہ آپکے اکثر وہ ہین جنکو علماء کبار طے کر چکے ہین تازہ جواب کی کیا ضرورت ہے مگر تعمیل حکم کرنی ضرور مجملا جواب لکہتا ہون۔ تفصیل سابقین کے کلام سے دریافت کر لیجئے۔ اوستاذ الآفاق حضرت مولانا محمد اسحق صاحب محدث دہلوی کی دو کتابین ایک اربعین مسائل دوسری مأتہ مسائل حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب السنۃ۔ ان مین اکثر اسی قسم کے مسائل تفصیل سے مذکور ہین دیکھ لیجئے۔ خلاصہ یہ کہ نہ روحون کا آنا جمعہ اور شب برأت کو جتہ

شرعیہ سے تیجہ نہ دسواں وغیرہ درست نہ کھانے پر فاتحہ درود پڑھنا لازم نہ مقابر پر چراغ وغیرہ جلانا نہ ان کا طواف کرنا درست جملہ از جملہ بدعات ہیں اور منجملہ منکرات ___ ایصال ثواب سے انکار نہیں مگر شریعت نے اوسکو مطلق رکھا ہے کسی وقت یا کسی زمانہ یا کسی ہیئت خاصہ کی اوسمیں قید نہیں اپنی طرف سے قید کا اوسمین داخل کرنا وار مطلق شرعی مقید کرنا بے شک بدعت ہے اور احداث فی الدین ہے اور شرعاً نامقبول (مَن اَحدَثَ فِی امرِ نَاہٰذا مَالَیس فِیہِ فَھورَدٌ) کھانے کا ثواب جدا ہے او رالحمد شریف پڑھنے کا جدا نہ یہ اوسپر موقوف ہے نہ وہ اسپر موقوف اتفاقاً واحیاناً نہ لذوماً کھانیکے ساتھ الحمد شریف یا کچھ اور سورۃ وغیرہ اگر پڑھ لیا جائے تو مضائقہ نہیں مگر چونکہ عوام عقیدتاً الحمد خوانی کو ضروری جانتے ہیں اور بغیر اوسکے ایصال ثواب کو ناممکن سمجھتے ہیں لہذا ممانعت لازم اور ترک اوسکا بہ مصلحت دین ضرور۔ جو شخص ان بدعات ورسومات کا قائل ہے اور اونکو داخل دین سمجھتا ہے اور تارک پر ملامت کرتا ہے وہ بے شک بدعتی ہے اور تارک السنۃ۔

۲۔ نکاح ثانی کو عیب جاننا سخت درجہ مذموم ہے اندیشہ ہے ایمان ہاتھ سے جائے اور کافر قرار پائے۔ قرآن پاک میں خود ارشاد ہے (ثیبٰت وابکاراً) نیز ارشاد ہے (وانکحوا الایامیٰ منکم) حضرت سرور عالم ﷺ نے قولاً احادیث کثیرہ میں نکاح ثانی کی ہدایت فرمائی۔ صاحبزادیوں نے نکاح ثانی کیا ازواج مطہرات سوائے حضرت عائشہ صدیقہ کے جملہ حضرت خدیجہ الکبریٰ جو حضرت فاطمہ کی والدہ ماجدہ ہیں حضور کے نکاح میں بیوہ ہو کر آئیں پس خود واضح ہے کہ نکاح ثانی کا برا کہنے والا کس مرتبہ گستاخ اور کیسا بے دین اعاذنا اللہ منہ

۳۔ امامت کے لئے متبع سنت وعالم بالسنۃ مستحق ہے اہل بدعت ومرتکب کبائر کو جو شرعاً فاسق ہے امام نہ بنایا جائے شرافت نسبی جب ہی قابل لحاظ ہے کہ اعمال اچھے ہوں ورنہ صاحبزادہ حضرت نوحؑ کو باوجود نبی زادہ ہونے کے ان کے اعمال بد کی بنا پر فرمایا جاتا ہے (انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح) واللہ سبحانہ تعالیٰ وعلمہ اتم۔

۵۔ مصافحہ بعد العصر والفجر کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ بعد العصر و بعد الفجر مصافحہ کرنا کیسا ہے آیا سنۃ یا مباح یا مکروہ؟

الجواب الحمدللہ وکفی والصلوۃ والسلام علے عبادہ الذین اصطفے

احکام دین واوامر ونواہی شرعیہ دوقسم پر ہین اول وہ جنکو مقید بقیو د محدود بالحدود کر کے مشروع کیا ہے اور ہیٔات خاصہ اور ازمنہ وامکنہ مخصوصہ کو اوسکی مشروعیہ کے ساتھ ماخوذ مثلاً صوم۔ صلوۃ یا ارکان حج وغیرہ اسی قسم کے احکام اسے اوامر ونواہی کو مقید شرعی کہتے ہیں۔ دوسری وہ جنکی مشروعیہ مین مرتبہ اطلاق ماخوذ ہے نہ ہیٔات خاصہ اوسکی مشروعیہ میں ماخوذ ہیں اور نہ امکنہ یا ازمنہ مخصوصہ جیسے جہاد وایصال ثواب انہی احکام واوامر ونواہی کو مطلق شرعی سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد معلوم ہو کہ مقید شرعی کو مطلق یا مطلق شرعی کو مقید قرار دینا یعنی بصورۃ اطلاق مقید ان ہیٔات خاصہ اور ازمنہ وامکنہ مخصوصہ کو جو اوسکی مشروعیہ کے ساتھ ماخوذ ہے غیر ضروری سمجھنا اور بصورۃ تقیید المطلق اون ہیٔات خاصہ یا کسی زمان خاص ومکان خاص کو داخل مشروعیہ جاننا اور اوسکے ساتھ ضم کرنا دونوں بدعت ہیں اور بحکم حدیث صحیح (من احدث فی امرنا ہذا مالیس فیہ فہورد) شرعاً مذموم ومردود بلکہ لفظ احدث جو لغۃً وجود مفعول کو چاہتا ہے جیسا کو صورۃ ثانی یعنی فی صورۃ تقیید المطلق وضم القیود فی مرتبہ اطلاقہ میں واضح صادق ہے اور صورۃ اولےٰ یعنی فی صورۃ اطلاق المقید ورفع قیودہ میں صادق نہیں گو بعد تاویل ان العصوم المقید فی حکم الوجود والرفع الثابت بمنزلۃ الثبوت یہہ صورۃ اولیٰ نیز مصداق احداث ہے۔ اور دونوں صورت حدیث صحیح مذکور کے عموم میں داخل ہوکر مذموم ومردود ہیں اور از جملہ بدعات ومنجملہ سیئات۔ اعتقاد مشروعیۃ صورتین مذکورتین کا بدعت ہے اور ارتکاب اونکا گمراہی ہے۔

مختصر اور صاف مطلب یہ ہے کہ جو احکام مطلق ہیں کسی قید کے ساتھ مقید نہیں اونکو کسی قید کے ساتھ مقید کرنا بدعت ہے اور اسی طرح جو احکام کسی قید کے ساتھ مقید ہیں اونسے قید ہٹالینا اور مطلق کردینا یہ بھی بدعت ہے اور یہی حدیث کا مطلب ہے۔ شارع نے اوامر ونواہی کو

جسطرح بیان کیا ہے اوسمیں اس طرح کا اپنی طرف سے تغیر وتبدل کرنا بدعت ہے۔

حضور سرور عالم ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں (کُلُّ بدعۃٍ ضلالۃ وکُلُّ ضلالۃٍ فی النار)

مصافحہ نیز از قسم ثانی ہے بلکہ من وجہ مقید ہے اور من وجہ مطلق۔ یعنی بعد اعتبار قید بعد الملاقات شارع نے باعتبار زمان ومکان فی ای مکان فی ای زمان یعنی کہ مشروع فرمایا ہے اور بعد قید بعد الملاقات کے زمان خاص یا مکان خاص کی قید اوسکی مشروعیہ کے ساتھ ماخوذ نہیں اوس میں سے قید بعد الملاقات کے اٹھا کر بعد صلوۃ العصر یا بعد صلوۃ الفجر یا بعد مطلق صلوۃ کی قید کے ساتھ اوسکو قید کرنا باعتبار مطلق شرعی کو مقید کرنا ہے اور باعتبار آخر مقید شرعی کو مطلق اور نظر ہر دو اعتبار احداث فی الدین ہے اور داخل بدعت ہے۔ اکابرین دین من الفقہاء والمحدثین کا اوسکی کراہت اور ناجوازی پر فتویٰ دینا بہت درست ہے اور مطابق احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ اور نیز مطابق اصول شرعیہ ودلائل عقلیہ اور متبعین اکابر دین اوسکو مکروہ کہنا یا بدعت سمجھنا غیر صحیح ہے جو شخص مکروہ جانے یا فتویٰ کراہت کا دے اوسکو گمراہ کہنا خود گمراہی ہے اور قائلان کراہت کو مرتد سمجھنا سخت مذموم بلکہ بحکم حدیث صحیح خطرہ قوی ہے کہ کہنے والا خود مرتد قرار پائے۔ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین منہ۔

بلا وجہ شرعیہ کسی عام یا خاص کا ان قیودات مذکورہ کو شرعیہ مصافحہ کرنا ساتھ مشروع قرار دینا لایتوم علیہما دلیل (فانہم رجال ونحن رجال) درست نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم علمہ اتم

۶۔ حرمت سود

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بنظر حالت موجودہ وافلاس مسلمانوں کے لیے کیا سود کا لین دین خواہ آپس میں خواہ غیر اقوام سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سود خواری اشنع ترین اعمال میں سے ہے۔ حضور نبی کریم علیہ التحیات والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں کہ سود کے کھانے اور کھلانے والے پر اور اوسکے کاتب اور گواہ پر اللہ برتر کی لعنت ہے

یعنی یہ اشخاص رحمت الہیٰ سے دور ہیں قرآن پاک میں جو وعید شدید آکلین ربوا پر فرمائی ہے ایسی دوسروں پر نہیں (فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ) یعنی خبردار ہوا گر سود خواری نہ چھوڑو گے تو خدا اور رسول تم سے لڑے گا۔ یعنی تم خدا اور رسول کے دشمن قرار پاؤ گے۔ ایسے گناہ شنیع کے جواز کا فتویٰ کیونکر ہو سکتا ہے بے شک سود خواری حرام ہے اور قطعاً حرام ہے اہل اسلام پر واجب کہ تجارت زراعت وغیرہ امور کو وجہ معاش سمجھیں اور سود خواری کو فی کل حال حرام جانیں فقہا علیہ الرحمۃ نے جو دارالاسلام میں سکونت رکھتے ہیں اور بہ نظر قیام چندروزہ دارالحرب میں بطور امان داخل ہوں اونکو چونکہ حربین کا مال مباح الاصل کہا ہے اگر وہ چاہیں تو بحیلہ مذکورہ اہل حرب کا مال لے سکتے ہیں یہہ نہیں کہ خود وہاں کے مسلمان اون اہل حرب یعنی کفار دارالحرب یا مسلمان دارالحرب سے باہم سود خواری کا معاملہ کریں۔ وہ چونکہ ذمیان کفار سے ہیں خود از جملہ اہل حرب ہیں انکے حق میں نہ اموال اہل حرب مباح نہ یہہ حیلہ جائز۔ (ہدایہ میں ہے لاربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب) وقال محشی فی ذیل ھذا القول (الذی دخل دارالحرب فی امان) بالجملہ یہ حکم مخصوص ہے ساتھہ مسلمانان دارالاسلام کے۔ مسلمانان دارالحرب اس حکم سے متمتع نہیں ہو سکتے نیز بین المنتقہا، یہہ حکم متفق علیہ نہین امام ابو یوسف امام شافعی وغیرہ علیہم الرحمۃ اسکے مخالف ہیں (یعنی وہ دونوں صورتوں میں منع فرماتے ہیں پس بر بناء ان روایات کے ربوا کو جائز سمجھنا ہی غلطی ہے مسلمانان ہند کو بنظر حالات موجودہ و بنظر افلاس کسی طرح ربوا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ تعالے اعلم وعلمہ اتم

نوٹ امام ابو یوسف و امام شافعی دارالحرب میں بھی مسلم کو سود خوری کی اجازت نہیں دیتے اگر چہ وہ مسلمان دارالاسلام سے برائے چندے امان کے ساتھہ آیا ہو۔ بہر حال سود کا دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں یہاں تک کہ سودی معاملہ میں کاتب اور گواہ سب پر اللہ تعالے کی لعنت ہوتی ہے اور اللہ تعالے سب سے ناراض ہوتے ہیں اس وجہ سے سب گنہگار اور وعید میں سب داخل ہونگے۔

۷۔مفقود الخبر

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عرصہ دو سال سے مفقود الخبر ہے اوسکی زوجہ نے نکاح ثانی دوسرے شخص سے کرلیا ہے اس نکاح کو عرصہ ایک سال گزر چکا ہے اس حالت میں نکاح ثانی جائز ہے یا نہیں؟

جواب ہمارے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک مفقود الخبر کی زوجہ کا نکاح کونو سال گزرنے کے بعد صحیح ہے مگر بصورت اندیشہ زناء اور بحالت ضرورت شدیدہ و بعالم مجبوری امام مالک علیہ الرحمہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیکر چار سالہ مدت کے بعد نکاح کردینا جائز اور مباح ہے صورۃ مستفسرہ مین چونکہ دو سالہ مدت مین زوجہ مفقود الخبر نے نکاح کرلیا لہذا نکاح صحیح نہیں ہے۔

نوٹ یعنی امام مالک کے مذہب پر عورت چار سال کے بعد بعد از تفریق و عدت نکاح کرسکتی ہے۔

۸۔وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ

۱۔یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ پڑھنا کیسا ہے؟

۲۔اس ملک کے لوگ ہر نماز کے بعد بغداد شریف کی طرف دست بستہ کھڑے ہوکر کہتے ہیں یا حضرت مدد کرو وغیرہ۔ بعض جھک جاتے ہیں۔ بعض قدم مارتے ہیں بعض سے پوچھا گیا کہ حضرت صاحب تمہاری عرض سن رہے ہیں تو وہ کہتے ہیں تمام جہاں کو دیکھ رہے ہیں۔

۳۔استمداد جو جائز ہے اوسکی کیا صورۃ ہے؟

جواب اگر ارباب احوال صادقہ پر یہ حال صادق پیش آئے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ اونکو اپنے غلبہ حال میں حاضر فی المجلس میں نظر آدیں تو ایسا مغلوب الحال اپنے اوس حضور خیال کی بناء پر تلفظ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کہہ بیٹھے تو مضائقہ نہیں وہ مغلوب الحال مورد ملامت نہیں (والسکاری معذورون مگر جواز اس کلمہ کا چونکہ بعذر حالت صادقہ ہے اور ظاہر کہ حال واردہ کو بقاء نہیں پس

وظیفہ اس کلمہ کا جو مواظبت کو چاہتا ہے اون ارباب احوال کو نیز جائز نہیں چہ جائیکہ عوام کو بلکہ ظاہرو متبادر مفہوم کلمہ ہذا یہہ ہے کہ شیخ علیہ الرحمہ کو حاضر و ناظر کارخانہ قدرت الٰہیہ کا شریک یا دخیل کار سمجھ کر پکارا جاتا ہے اور ظاہر کہ یہہ کھلا شرک ہے اور باعتبار اس معنٰے متبادرہ کے ضرور موہم شرک۔ اور الفاظ موہومہ کے اطلاق سے اسقدر زجر شدید کہ گروہ صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین جنکے ہر رگ و پے میں عظمت محمدی ﷺ اس مرتبہ راسخ ہے کہ اون حضرات سے واہمہ اہانت قطعی ناممکن تہا باایہمہ لفظ (راعنا جو موہم توہین محمدی تھا اوسکے اطلاق سے اون حضرات مقدسہ گروہ صحابہ کے ممانعت شدید فرمائی جاتی ہے بلکہ یوں ارشاد ہے (یاایہا الذین آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا) دوسرے عوام یا خواص امتہ کو ایسے الفاظ موہومہ کا اطلاق کیونکر جائز ہوگا بیشک ممنوع ہے اور ہرگز جائز نہیں بلکہ اگر معنٰے متبادرہ لیکر ہو تحقیقاً شرک ہے اعاذنا الیہ منہ

۲۔ صورۃ مستفسیرہ بااہتمام ناجائز ہیں اور از جملہ بدعات شنیعہ بلکہ یوں سمجہنا کہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ کا علم محیط بالکل ہے اور تمام جہان کو دیکھ رہے ہیں کھلا شرک ہے۔ (لایعلم الغیب الا اللہ)

۳۔ مقربان خداوندی و خاصگان درگاہ الٰہی حضرات انبیاء و صدیقین و شہداو صالحین و جملہ اولیا اللہ کو وسیلہ بنا کر بدرگاہ قاضی الحاجات وحدہ لاشریک لہ یوں دعا کرے کہ خدائے برتر بتوسل اپنے مقربان خاص مجہہ ناچیز ناکس پر رحم فرمائے بے تردد صحیح ہے اور جائز اور کارخانہ قدرت کا دخیل سمجہنا ممنوع ہے اور توسل درست ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

۹۔ آب چاہ مشترک مسلم وغیر مسلم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع مین ایک ہی چاہ پختہ ہے مختلف قومین اوس موضع میں آباد ہیں۔ مسلمان، ہندو، پست اقوام وغیرہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے گہاٹ سے پانی بھرتے ہیں ایسے حالات میں چاہ مذکورہ کا پانی پاک رہے گا یا نہیں۔

الجواب

پانی بالیقین طاہر و پاک ہے اور یہ مسلّم کہ یقین لا یزول بالشک۔ پس جبتک مُزیل طہارت یعنی نجاست نہ مخلوط ہو، پانی کو کسی واہمہ اور شک کی بنا پر ناپاک نہیں کہہ سکتے اور وہ ظروف جن سے پانی بھرتے ہیں اگر نہ خود ناپاک نہیں نہ کوئی اور نجاست اونکو لگی ہے تو بھرنے والا کوئی ہو پانی پاک رہے گا۔ البتہ اگر ظن غالب ان ظروف کے ناپاک ہونے کا ہے تو ضرور صورۃ احتیاط اور اجود لحق العوام والخاص یہہ ہے کہ ایسے کوئین سے پانی نہ بھریں اور اوسکے استعمال سے حذر کریں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

۱۰۔ تقلید

بندہ نحیف خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہ۔ بخدمت برادر مکرم گرامی قدر قاضی ظہور الحسن صاحب بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے والا نامہ مرسلہ پہنچا۔ مضمون مندرجہ مورث ہزار حیرت عزیز من یہہ جملہ خطرات واوہام از جملہ وسواس الشیاطین ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ بے شبہ اثر اوس آزادی کا جو بحکم (الناس علے دین ملوکم) اکثر رعایا کے طبائع مین جاگزین ہے یا فرقہ باغیہ نیچریہ صحبت بد و مجالسۃ شبانہ روزی شاید پیدا ہوا ہے۔ اے عزیز تم جیسے حلیم الطبع نیک سیرت محب العلماء والفقرا ایسے خیالات زبون کا ہونا زیادہ مستبعد ہے۔ علماء امتہ نے اس نقل مذہب تلعب فی الدین لکھا ہے اور اوسکے مرتکب کو مستحق زجر۔

مرتحسین امتہ کو البتہ جائز ہے کہ وے حضرات بحکم ترجیح دلائل عقلیہ ونقلیہ خواہ نقل مذہب کریں خواہ کسی مسئلہ خاص مین دوسرے مجتہد کی تقلید۔ ہم جیسے عوام کو یہی نقل مذہب یا ترک تقلید فی مسئلہ دون مسئلۃ کسی طرح جائز نہیں الحذر الحذر

پابندی مذہب وتقلید شخصی بیشک بڑی مصلحتہ عظیمہ دینیہ پر مبنی ہے اور ضرور نظام دین و اصلاح دین اوسپر موتوف ونظر برآن فی حق العوام تقلید شخصی واجب وترک اوسکا فی نفسہ ناجائز۔

دیکھو کس کس نے اس آزادی غیر مقلدی وخود مختاری کے بسم اللہ شروع کی اور انجام کہاں تک پہنچا بیشک یہہ پہلا سبق ہے کہ آج اس امام کو چھوڑا دوسرے کے مقلد ہوئے اور علے ہذا کل تیسرے کے۔ مسلّم مذاہب اربعہ حق ہین اور حق دائر ہے بین المذاہب الاربعہ۔ نہ یہہ کہ ہر ہر مذہب حق ہے۔ مقلد جنکا مقلد ہے فی ظنہ اوس مذہب کو حق سمجھتا ہے اور دوسرونکو فی زعمہ باطل۔ اپنے امام کا مذہب بے شبہ راجح دوسرا مرجوح۔ پس بمقابلہ راجح عمل بالمرجوح کیونکر جائز ہے اور بمقابلہ حق فی ظنہ کے باطل فی زعمہ کو اخذ کرنا کب درست۔

نوٹ مطلب یہہ ہے کہ جب کوئی شخص چارون امامون مین سے کسی کی تقلید کرے گا تو اوسکو اچھا اور بہتر جان کر تقلید کرے گا ایسی صورۃ میں دوسرے کی تقلید کو غیر ضروری سمجھے گا اور اوسکا مذہب مرجوح اوسکی نظر میں ہوگا نیز مقام غور وانصاف ہے کہ اپنے علماء مذہب کی برات دون صحبت نصیب مذہبی کتابون کا مطالعہ میسر اوسپر یہہ زائد کہ فروعات مذہب مین علماء مذہب کی بات بات میں ضرورۃ اور دوبارہ دریافت احکام جزئیہ ان حضرات علماء کی کس مرتبہ حاجت۔ جس مجتہد کی نہ صحبت میسر ہوسکی نہ کتب مذہب دستیاب اوسکے مقلد کو بات بات میں کس مرتبہ بھٹکنا پڑے گا۔

مولانا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ عالم رویا مین حضور سرور عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے منجملہ دیگر معروضات کے عرض کیا مین چاہتا ہوں غیر مقلد ہوکر رہون فرمایا ہرگزنہیں فی زمانا ہذا مقلد رہنا بہت ضروری اور آزادی بہت مضر۔ عرض کیا کسکی تقلید کرون فرمایا یہہ وہ وقت ہے کہ جہالت غالب ہے مستحبات دین ومکروہات جائز ناجائز۔ بدعتہ وسنتہ مخلوط ہے اور تمیز فیما بینھما مستعذر مذہب ابوحنیفہ جسکی بناء ورع واحتیاط ہے اوسکو اختیار کرو۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں دونون امر بہ پابندی ارشاد حضور کرنی پڑین ورنہ میری طبیعت مائل بہ آزادی تھی۔

اور بہ صورۃ تقلید مسائل مذہب امام مالک

جب مرجحسین امتہ وراسخین فی العلم یون محکوم ہون اور فی فھمھم تقلید کو ضروری فرما کر

خاص تقلید مذہب امام ابوحنیفہ" ہدایت ہو اور بر بناء اس امر کے کہ امام علیہ الرحمۃ نے ورع اور احتیاط کو زیادہ ملحوظ رکھا ہے دلائل مشتبہ چھوڑ کر امور مشتبہ سے حذر کیا خاص مذہب امام کو دیگر مذاہب پر ترجیح دین میرا اور آپکا کیا حکم اور بمقابلہ ترجیح حضور صلوات اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کے ترجیح کیونکر (بحکم حدیث من رأنی فی المنام فقد رأنی فإن الشیطان لا یمثل ربی) حضور کا خواب مین کچھ ارشاد فرمانا بے شبہ لائق احتجاج ہے اور بمقابلہ اوسکے دوسر یکے خیالات ضرور از جملہ اضغاث احلام۔

مولانا کا یہہ خواب مطبع فاروقی مین مولانا کے کسی رسالہ کیساتھہ طبع بھی ہو گیا ہے اور مل بھی سکتا ہے۔

باالجملہ نحیف مزید اہتمام وبلیغ تاکید کے ساتھ ایسے خیالات کی پابندی سے منع کرتا ہوں۔ کچھہ دن لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اگر ہو سکے پانچ صد مرتبہ بعد نماز صبح و بعد نماز عشاء مزاولت رکھو انشااللہ تعالے خود قلب میں سلامت پیدا ہو جائیگی اور وہ نور علم انشااللہ منکشف ہوگا جس سے ان خیالات باطلہ کا بطلان خود واضح معلوم ہو۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

۱۱۔ اشعار اردو فی الخطبہ وغیرہ

۱۔ خطبہ جو اشعار اردو درج ہیں وہ روز جمعہ خواندگی خطبہ مین جائز ہے یا نہیں

بروز جمعہ قبل از خواندگی خطبہ جو آذان ہوتی ہے صف اول رو برو امام ہونی چاہئی اگر صف دوسری یا تیسری مین ہو جائے تو وہ بھی جائز ہے یا نہیں

بعض اشخاص یہہ کہتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ صف اول پر منحصر نہیں بلکہ دوسری مین یا تیسری مین پڑھے۔ ثبوت یہ دیتے ہیں کہ مسجد دھلی مین باہر ممبر پر پڑھتے ہیں اور اشعار کا پڑہنا در خطبہ بدعت بتلاتے ہیں۔

۳۔ ایک شخص نے کہا کہ بروز جمعہ اگر چالیس آدمی شریک جماعت جمعہ نہون وہ نماز جائز نہیں۔

۴۔ایک لڑکی ہے اوسکے والدین موجود ہیں بباعث تنگدستی اورافلاس زمانہ سے مجبور ہوکر میان بیوی مین تفرقہ ہوگیا یعنی علیحدہ علیحدہ ہوگئے۔ بیوی نے اپنی رائے اور تجویز سے کچھہ لیکر بلااجازت اپنے خاوند کے نکاح کردیا وہ نکاح جائز ہے یانہیں۔

۵۔ایک عورت ہے اوسکے خاوند کودس سال ہوئے قید ہوگئے وہ عورت اپنے بسراوقات کیواسطے نکاح کرنا چاہتی ہے اور خاوند اجازت نہیں دیتا اور نکاح اوسکی بلااجازت خاوند کے کوئی نہیں کرسکتا اس صورۃ میں نکاح جائز ہے یانہیں۔

جواب

۱۔ارداشعار کا خطبہ میں پڑھنا جائز نہیں بدعت ہے۔

۲۔دوسری اذان جو خطبہ کے وقت ہوتی ہے اوسمین امام کے سامنے ہونا کافی ہے۔صف اول میں ہونا ضروری نہیں۔اگر مجمع زیادہ ہو دوسری تیسری صف وغیرہ میں ہونا اوس اذان کا صحیح ہے۔

۳۔از جملہ شرائط جمعہ جماعت ہے اور جماعت کا ادنے درجہ تین اشخاص ہیں علاوہ امام کے پس اگر تین مقتدی بھی ہون جمعہ صحیح ہے۔

۴۔چوتھے سوال کا مطلب واضح طور پر نہ سمجھا اگر مراد یہہ ہے کہ بعد علیحدگی بین الزوجین عورت نے جو اوس لڑکی کی والدہ ہے بغیر اجازت خاوند یعنی پدر مرد نکاح کردیا پس اگر دختر نابالغہ ہے تو ولدیت نکاح باپ کا حق ہے۔بغیر اجازت اوسکے نکاح صحیح نہیں۔

اور اگر یہ مراد ہے کہ اوس لڑکی نے بعد علیحدگی خاوند اپنا دوسرا نکاح بغیر اجازت خاوند اول کرلیا تو جواب یہہ ہے کہ خاوند اول نے اگر نکاح سے علیحدہ کردیا تھا اور طلاق دیدی تھی تو اب عورت دوسرا نکاح کرنے مین خودمختار ہے نکاح اوسکا ہوگیا۔

۵۔جس عورت کا خاوند زندہ ہے اور اوسنے اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دی وہ عورت نکاح اپنا دوسریسے نہیں کرسکتی اور اگر کیا ناجائز ہے اور صحبت حرام۔واللہ اعلم وعلمہ اتم

۱۲۔ بیعنامہ فرضی

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید کے تین لڑکے ہیں اور تین لڑکیان۔ زید نے اپنی حیات مین کچھ اپنی جائداد دکان اور باغ وغیرہ کا فرضی بیعنامہ اپنے تینون لڑکون کے نام بالاشتراک لکھ دیا اور اس بیعنامہ مین قیمت کی وصولیابی یا معافی بھی تحریر کردی۔ زید کے لڑکون مین نہ تو ادائے ثمن کی وسعت تھی اور نہ بقاعدہ شرعی زید مین اور نہ اوسکے لڑکون مین بائع مشتری کے سے معاملات پیش آئے صرف بیع نامہ فرضی لکھ دیا گیا۔ زید نے معتبر اشخاص کے روبرو یہ بھی کہا کہ مجھے اس بیع نامہ سے لڑکیون کا محروم کرنا مقصود نہین ہے بلکہ ٹیکس سرکاری سے بچنا مقصود ہے۔

چنانچہ زید ہی عمر بھر اس جائداد پر قابض و متصرف رہا۔ لڑکون کی کوئی مداخلت مالکانہ نہین ہوتی اب سوال صرف اسقدر ہے کہ بیع فرضی سے شرعاً بیع صحیح ہے یا ہبہ۔ اور زید کے انتقال کے بعد اس جائداد مین زید کی لڑکیون کو بھی حصہ شرعی مل سکتا ہے یا نہین۔

الجواب

مدار عقد بیع اور مدار عقد ہبہ اسپر موقوف ہے کہ رکنین عقد یعنی ایجاب وقبول کا منجانب متعاقدین یعنی بائع ومشتری یا واہب وموہوب کہ متحقق ہو اور ہبہ کیلئے موہوب لہ کا قابض کرانا لازم بیعنامہ یا ہبہ نامہ جسکو دستاویز کہتے ہیں وہ صرف یادداشت عقد ہے اوسپر مدار عقد نہین اور جب تک ایجاب وقبول کا وجود نہ ثابت ہو صرف وجود دستاویز تحقق عقد کے بارہ مین کافی نہین۔

نیز دستاویز کو غایۃ مافی الباب اقرار المقر صرف بحق مقر فی حکم الایجاب کہہ سکتے ہیں اور ظاہر کہ تنہا ایجاب دربارہ تحقق عقد کافی نہین اور یہہ خود ظاہر کہ موافق قواعد شرعیہ کوئی معاملہ بائع مشتری کا سا وقوع مین نہین آیا۔ مدت العمر خود زید بائع یا واہب اوس جائداد مبیعہ پر مالکانہ قابض ومتصرف رہا اور پسران زید کو کبھی کوئی مداخلت مالکانہ نہین ہوئی پس شرعاً اس عقد کا کوئی وجود نہین ہے بے شک کالعدم ہے۔ اور بعد وفات زید وارثان زید اولاد پسری ودختری وغیرہ جملہ اپنے اپنے حصہ شرعیہ مستحق ہین۔ ذالک فی الکتب الفقہ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

۱۳۔ ہبہ نامہ فرضی

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زندگی مین جائداد لڑکیون کو لکھ دی اور بعد کو مر گیا در عرصہ تین چار ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا اس صورۃ مین تحریر زید کی درست ہے یا نہین کیونکہ لڑکا پیدا ہونا بعد کو ہوا ہے اور اسوقت زید کی زوجہ دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے اور زید کی لڑکیاں حصہ جائداد مین اپنی والدہ کو دینا نہین چاہتین اس حالت مین موافق شرع شریف کیا حکم ہے۔

جواب

زید نے جو اپنی کل جائداد لڑکیون کو لکھ دی ہے یہہ ایک صورۃ ہبہ ہے اور وہ عقد شرعی ہے جسمین ایجاب وقبول کا ہونا ضروری ہے یعنی منجانب واہب ایجاب موہوب کا قبول اور بعد ایجاب وقبول قبضہ کرادینا لازم اور بغیر قبضہ کرائے ناتمام۔ سوال سے فقط لکھنا ثابت ہوتا ہے نہ ایجاب وقبول کا کوئی ذکر ہے نہ قبضہ کا بس مجرد کہہ دینے سے ہبہ ثابت نہین ہوسکتا اور مذکورہ بالا صورۃ مین ورثاء مین ترکہ تقسیم ہوگا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

۱۴۔ مسائل مختلفہ میلاد وغیرہ

۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ لفظ یارسول اللہ کہنا بدون انضمام صلوۃ یا سلام کے جائز ہے یا نہین۔
۲۔ مجلس میلاد مین قیام کرنا جائز ہے یا نہین۔
۳۔ روح محمد ﷺ کو ہر جا حاضر جاننا اور ہر کام اور ہر بات سمیع وبصیر جاننا یا کسی خاص مجلس میلاد یا وقت ندا کے یا درود شریف پڑھتے وقت حاضر وناظر جاننا جائز ہے یا نہین اور حاضر جاننے والا کافر ہے یا نہین۔

جواب

لفظ یارسول اللہ کہنا بدون انضمام لفظ صلوۃ یا سلام جائز نہین۔ ندا کیلئے منادیٰ کا حاضر ہونا شرط ہے اور فی کل وقت ومکان وفی کل حال وزمان حاضر وناظر ہونا مخصوصات باری تعالے

ہے دوسرے کے ولوکان نبیاً ولوکان ملکاً ہر جگہ حاضر و ناظر جاننا اور باالفاظ ندا پکارنا البتہ صورۃ شرک ہے۔ حضوری روح محمدی صلعم اگر عام ہوتی تو ملائکہ کو تحفہ درود کے تبلیغ کیواسطے کیون مقرر فرمایا جاتا وہو ثابت بالا حادیث۔

اور چونکہ ملائکہ اس خدمت تبلیغ پر مقرر ہین یہی وجہ ہے کہ درود کے ساتھ یارسول اللہ کہنا نیز جائز ہے۔ ارباب احوال صادقہ کو اگر فی وقت حضوری حضور اقدس ہوئی ہو اور ایسی حالت خاصہ مین اونہون نے یارسول اللہ کہا ہو یا آثار حقیقۃ محمدیہ کو جو اپنے حقیقت ممکنہ مین جلوہ گر ہے مخاطب بنا کر ندا کی ہو نہ بر بناء اعتقاد حضوری روح محمدی فی کل وقت و مکان تو وہ حضرات معذور ہین (والسکاری معذورون) یا بالجملہ دور بیٹھے بلفظ ندا حضور کو پکارنا اور یارسول اللہ کہنا جائز نہین اور موہم شرک ہے البتہ بروقت حاضری روضہ اطہر اوس حیات النبی کو یارسول اللہ کہنا یا اس لفظ کو ضمیمہ درود وسلام کرنا دونوں صحیح ہین اور غائبانہ ندا و نیز مرتبہ ادب کے اسمرتبہ خلاف ہے کہ بعالم حیات محمدی جو وراء الحجرات آپکو ندا کرتے تھے اونکی نسبت ارشاد ہے (والذین ینادونک من وراءِ الحجرات اکثرہم لایعقلون) اب بعد وفات محمدی صلعم یون بمراحل دور ہو کر ندا کرتا ہو کیون کہ نہ گستاخی ہوگی اور کیون نہ مرتبہ ادب سے دور۔ بیشک یہہ ندا نہ ادباً صحیح ہے اور نہ شرعاً جائز ہے۔

۲۔ مجلس میلاد مین عند ذکر ولادۃ صلعم قیام کرنا اگر بغیر اعتقاد حضوری صلعم تو گو بوجہ عدم ثبوت شرعی جائز نہین اور بوجہ ابہام شرک جیسا کہ الفاظ موہمہ کا اطلاق ناجائز ہے اور بحکم آیت شریفہ (یاایہا الذین آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا) از جملہ ممنوعات۔ اس قسم کے افعال موہمہ شرک کرنا نیز صحیح نہیں مگر بوجہ عدم اعتقاد حضوری صلعم نہ شرک ہے نہ کفر اور بعد اعتقاد حضوری صلعم بیشک صورۃ شرک ہے اعاذنا اللہ منہ وسائر المسلمین۔

۳۔ روح محمدی صلعم کو فی کل حال و فی کل وقت و مکان حاضر و ناظر جاننا اور یون اعتقاد رکھنا کہ آپ ہر بات کو سنتے ہین اور جانتے ہین بیشک از جملہ شرکیات ہے۔ درود پڑہتے وقت نیز یہہ نہ اعتقاد کرے کہ آپ حاضر و ناظر ہین بلکہ یون اعتقاد کرے کہ ملائکہ اس تحفہ کی تبلیغ کیواسطے مقرر

ہین اور احادثت صحیحہ سے گروہ ملائکہ کا من اللہ تعالےٰ اس خدمت پر مامور ہونا ثابت۔ مین الفاظ درود کو بوساطت ملائکہ تا بحضوری اقدس ﷺ پہنچا تا ہوں۔ یہ بالراست تبلیغ نہین یہہ بوساطت ملائکہ ہوگی یہہ درست ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم

۱۵۔ امامت تراویح نابالغ

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ رمضان شریف مین ایک نابالغ لڑکے کے پیچھے تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

نابالغ کی امامت اور اوسکے پیچھے نماز تراویح ادا کرنا فقہاء علیہم الرحمہ اوسکے جواز اور اداء نماز تراویح کے بارہ مین مختلف فیہ ہین بعض نے جائز ہی کہا ہے مگر یہ قول صحیح نہین اور نہ اسپر فتویٰ ہے قول صحیح یہہ ہی ہے کہ یہ صورت جائز نہین ہے اور نماز تراویح نہین ادا ہوتی۔ فی فتاوی قاضی فی امامۃ الصبیان فی التراویح قال مشائخ العراق وبعض مشائخ بلخ لایجوز وقال بعضھم یجوز وقال شمس الائمہ سرخسی انہ لایجوز لانہ غیر مخاطب وصلوتہ لیست بصلوۃ علی الحقیقہ فلا یجوز امامتہ کامامتہ المجنون۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

۱۶۔ دربارہ جواب اذان دوم ودعاء (بعد آذان الخطبہ)

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ خطبہ کی اذان کا جواب دینا اور بعد اس اذان کے دعا مانگنا جو اذان کی دعا ہوتی ہے درست ہے یا نہین۔

جواب

فقہاء علیہم الرحمہ اس بارہ مین مختلف ہین۔ بعض جواب اذان کو جائز ہی کہتے ہین اور استدلال اونکا یہہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ جو خطبہ جمعہ کیواسطے منبر پر بیٹھے اور موذن نے اذان

دی تو اونہون نے اذان کا جواب دیا اور فرمایا کہ حضور سرور عالم ﷺ نے بھی اس طور پر جواب اذان جمعہ دیا تہا اور آپ بھی منبر پر بیٹھے ہوئے تھے مگر چونکہ حدیث صحیح مین وارد ہے (اذا اخرج الامام للخطبۃ فلا صلوۃ ولا کلام) اور نیز دوسری حدیث مین وارد ہے (من قال لغیرہ انصت والامام یخطب فقد لغا) اور ظاہر کہ انصت از جملہ امر بالمعروف ہے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر از جملہ فرائض مین ہین پس بحالۃ الخطبہ جب امر بالمعروف ہی کو لغو وناجائز فرمایا تو جواب اذان اور دعا بعد الاذان کیونکر جائز ہوگی۔ حدیث سابق سے واضح ثابت کہ بعد خروج امام للخطبۃ ہر قسم کے صلوۃ اور ہر قسم کا کلام ممنوع ہے۔ اور استماع خطبہ ساکت وصامتاً بیٹھنا لازم کمافی حالت قرأۃ الخطبہ اس وجہ سے عند الامام علیہ الرحمہ انصات لازم ہے اور ہر طرح کا کلام ولوکان قرأۃ القرآن اوذکر اللہ تعالے بالتسبیح والتحمید سب ممنوع۔

قال فی ردالمحتار واجابۃ الاذان حینئذ مکروہ وقال فی درالمختار (کل ماحَرُمَ فی الصلوۃ حرم فیہا اے فی الخطبہ مُحَرَّم اکلٌ وشُرب وکلامٌ ولوتسبیحاً وردالسلام اوامر بالمعروف بل یجب علیہ ان یستمع ویسکت بلافرق بین قریب وبعید فی الاصح)

وفی الفتاوٰی السراجیہ اذا کان غائباً عن الخطبہ بحیث لایسمع الخطبۃ فالسکوۃ لہ افضل من القرأۃ والذکر واذ خرج الامامُ للخطبۃ کرِہَ الذکر ورد السلام مالم یفرغ عن الخطبہ)

باقی رہا فعل امیر معاویہ سووہ صحابی تھے اور احادیث مذکورہ ممانعت کلام حدیث قولی خود حدیث فعلی حضور ﷺ پر مقدم ہے اور قول رسول اللہ علیہ السلام والصلوۃ کو فعل حضور پر ترجیح ہے پس فعل صحابی پر بدرجہ اولے ترجیح ہوگی۔ نیز وہ خود امام تھے مقتدین کو ان پر قیاس کرنا صحیح نہین۔

باالجملہ اصح یون ہے کہ جواب اذان دینا اور بعد اذان کے دعا مانگنا دونون مکروہ ہین اور بلاکراہتہ جائز نہین ہذاھو المعتبر عند الفقہاء۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

۱۷۔ درباره معاملہ (۶۰) روپیہ دیکر (۹۰) روپیہ لینا

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ مین کہ بکر نے حامد سے ساٹھ روپیہ اس شرط پر لیا کہ عوض ان ساٹھ روپیہ کے فی سال تیس روپیہ تین برس مین نوے روپیہ خالد کو دیوے لیکن جب بکر نے بوجہ تہی دستی کے ایک سال مین ایک کوڑی بھی خالد کو نہین دی اور مدت بھی آخر ہوگئی تو خالد نے بجائے نوے روپیہ کے جو ساٹھہ روپیہ بدلہ تھا چند بیل اور کچھ زمین کہ اگر فروخت کیا جائے تو نوے روپیہ سے دوسرے لوگوں خرید لین گے بکر سے لے لیا۔ پس شرعاً یہہ بیل اور زمین خالد کے حق مین سود ہوگا یا نہین اگر ہوگا تو سود کی کیا علت پائیگی اور سود کی کیا تعریف ہے اور سود کس چیز مین ہوتا ہے اور اگر نہین تو کیا سبب ہے۔ جواب مدلل تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

یہہ معاملہ فی حق الخالد بے شبہ فی حکم الربوا ہے۔ یہہ ہرگز جائز نہین اور کیونکر جائز ہو یہہ ظاہر ہے کہ بکر نے خالد کو ساٹھہ روپیہ بطور قرض اور اوس قرض دینیکے ساتھ یہہ شرط کی بجائے اسکے سہ سالہ مدت کے بعد نوے روپیہ لون گا اور وہ ہی اسطور پر کہ ہر سال مین تیس روپیہ لیتا رہون گا یہہ سہ گونہ نفع بکر کو بربناء اوس دین حاصل ہوا اور خالد نے دیدہ و دانستہ مجبوری اس بھاری نقصان کو برداشت کیا اور اس دباؤ مین کہ اگر اس شرط کو نہین مانتا تو قرض نہین ملے گا یہہ کھلا نقصان گوارہ کیا۔ اور حدیث صحیح عند الفقہا و المجتہدین وارد (کلُّ دینٍ جرَّ نفعاً فہو ربواً)

پس بے شک یہہ ربوا ہے اور سود۔ و تعریف ربوا اوسپر صادق ہے اخذ مال الغیر بلا عوض اور سونا چاندی کا منجملہ اشیاء ربویہ ہونا خود مسلم مگر شاید یہہ واہمہ پیش ہو کہ گو ابتداً معاملہ یون ہی تہا مگر اب بلآخر بیل و زمین کو بمقابلہ زر زمین خریدا ہے اونکا مختلف الجنس ہونا ظاہر و بصورت اختلاف جنس حضور سرور عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں (واذا اختلف الجنسان فبیعوا کیف شئتم) یعنی بصورت اختلاف جنس مساوات ضرور نہین کمی و بیشی کے ساتھ بیع کرنا نیز درست ہے سو یہہ واہمہ ہردو وجہ غلط ہے اور نا قابل التفات ہے اور یون کہ یہہ عقد ثانی بنا علے العقد الاولی تیس

روپیہ اصل کو معہ زر سود نوے روپیہ قرار دیکر زمین وبیل قیمتی نوے روپیہ کا مال بمقابلہ تیس روپیہ کیونکر خرید اجاتا۔ نیز خالد نے صرف اسی مجبوری اسی دباؤ مین یہہ معاملہ کیا ہے کہ قانوناً وعرفاً اپنے ذمہ نوے روپیہ نقد دینے واجب الادا سمجھے اور بغیر معاملہ مذکورہ اپنی گلو خلاصی ناممکن جانا پس کھلا ثابت کہ یہہ دوسرا عقد من جانب العاقدین اوسی عقد اول پر مبنی ہے وظاہر انّ العقد الاول باطل شرعاً فالمبنی علی الباطل ایضاً باطل) دوسرے بصورت اختلاف جنس کے کیف شاء بیع کرنا صحیح تھا اگر بناء معاملہ دین پر نہوتی اور اس مرتبہ غبن فاحش اور تفاضل ناقابل برداشت کے ساتھہ معاملہ نہ کیا جاتا جس کو صرف بر بناء دباؤ دین گوارہ کیا گیا ہے یہہ ظاہر کہ خالد نے چونکہ مدیون بکر ہے اور اپنے ذمہ نوے روپیہ قانوناً واجب الادا جانتا ہے اسی مجبوری سے اوسنے اس بھاری نقصان کے برداشت کر کے بکر کے ساتھہ یہ معاملہ کیا ہے پس بے شک یہہ جر نفع بر بناء دین سبق ہے اور بکر نے جو نفع کثیر بر بناء قرض اوٹھایا اوسکے ربوا ہونے اور فی نفسہ حرام ہونے مین بحکم حدیث مذکورہ بالا کوئی تردد نہین ضرور ناجائز ہے اور تحقیقاتی حکم الربوا فقہا نے جو بیع بالعین کو مکروہ تحریمی فرمایا حرام قطعی باسقاط الربوا پس فضہ کثیرہ کو بمقابلہ فضہ قلیلہ مع شئی یسیر بیع کو ناجائز کہا اسی حکمت غامضہ پر مبنی ہے۔ بیشک اس قسم کی بیع کا فتوئی دینا باب الربوا کو مفتوح کرنا ہے ہو مسدود من الشارع بالجملہ یہہ بیع ناجائز ہے ہرگز صحیح نہین۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

۱۸۔ ڈاڑھی پر سیاہ خضاب و تارک جماعت وغیرہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ مین کہ مجلس میلاد شریف مین چند اشخاص بیٹھے ہون اور ان کے نزدیک زید بیٹھا ہے مہتمم مجلس خاص طور پر زید کی طرف توجہ کر کے کہے کہ جاؤ وضوء کر کے آ زید جواب مین کہے کہ آپکو کیا علم ہے آیا وضوء کر کے آیا ہون یا نہین پھر مکرر غصہ ہو کر کہے مگر زید باوجود تاکید کے وضو کرنے نہ جائے اور بعد چائے وغیرہ تقسیم ہو مگر زید کو نہ دیجائے اور بجائے تواضع کے زید سے کہا جاوے تو کیا ہوئیگا یہہ کہنا مہتمم مجلس کا بخیال کسی بدگمانی یا بہ نگاہ تحقیر یا بلا

کسی کے جائز ہے یا نہین۔
۲۔غوث پاک عبدالقادر جیلانی ؒ کے ذکر پیدائش کے وقت تعظیماً کھڑا ہونا اہل مجلس کو جائز ہے یا نہین۔
۳۔جو شخص لبونکو قصداً بڑھائے اوسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہین۔
۴۔جو شخص مسجد مین اس خیال سے نہ آوے کہ مجھکو جماعت مین شریک ہونا پڑے گا اور یون بھی کہتا ہے کہ میری نماز ان ملاؤن کے پیچھے نہین ہوتی بلکہ علانیہ یہ کہے کہ مولوی مردود ہین ہم فقیرون کے رمز کو کیا جانین یہہ شخص کیسا ہے اور اوسکا کہنا کیسا۔
۵۔جو شخص ڈاڑھی پر سیاہ خضاب اس وجہ سے کرے کہ سنت ہے حضورﷺ کی اور کہے کہ رسول اللہ نے خضاب کیا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ اپنی ڈاڑھی کو سیاہ کرو تا کہ کافرون سے مختلف ہو کیونکہ یہود ونصاریٰ اس فعل کو نہین کرتے اور خصوصاً جہاد کرنے والون کو حکم کیا گیا ہے چنانچہ اون جہاد کرنے والون مین علماء دین ہین ہمارے واسطے جائز ہے۔ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑہنا جائز ہے یا نہین کیونکہ یہہ شخص ایک مسجد مین امامت پر مقرر ہے۔
۶۔جس تقریب شادی مین انگریزی باجہ ہو سوائے دف کے ایسی تقریب مین کھانا کھانا جائز ہے یا نہین۔
۷۔جو پیش امام مسجد کا ہر قسم کے کھانے سوم۔دہم۔بستم۔چہلم اور تقریب شادی باجہ وآتش بازی وغیرہ کے کھاوے جائز ہے یا نہین اور نماز اوسکے پیچھے جائز ہے یا نہین۔
الجواب
۱۔یہہ کہنا اگر بغرض تذلیل ہے اور شان تحقیر گناہ ہے اور بیشک مورث معصیہ فی الحدیث صحیح (تواضعوا تواضعوا حتے لایفتخر واحدکم علے بعض اوکما قال)
۲۔اگر حضرت غوث پاک کو حاضر وناظر جان کر کھڑا ہورہے شرک ہے اور سخت معصیت ورنہ بدعت اور ضرور مورث معصیہ۔

۳۔لبون کا بڑھانا شعار کفار ہے اور کتروانا مسنون وشعار اسلام۔حدیث صحیح وارد ہے۔(قصّوا الشوارب واعفوا اللحیٰ) ایسے شخص کو جو بالعمد اصرار کر کے تارک سنتہ ہو اور مخالفت حدیث کا مرتکب امام مسجد نہ بنایا جائے۔

۴۔وہ شخص بڑا گستاخ ہے اور بڑا متکبر تارکین جماعت کی نسبت حضور علیہ السلام نے وعید شدید فرمائی ہے۔فرماتے ہیں ان کے گھرون کو آگ دیدو نیز ارشاد کہ اپنے سے ہرایک کو اچھا سمجھکر ہر اچھے برے کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو جماعت نہ چھوڑو۔

۵۔یہہ قول اوسط بالکل غلط ہے حضور نے خضاب لگا نیکو حکم دیا ہے بلکہ ڈاڑھی کے سیاہ کرنیسے ممانعت فرمائی ہے فرماتے ہیں (واجتنبوا السواد) نیز ارشاد ہے جو لوگ ڈاڑھی سیاہ کرتے ہیں وہ جنت کی بو سے بھی محروم رہینگے۔

۶۔اولٰی یون ہے کہ نہ کھائے اور ایسے اشخاص سے متارکتہ اختیار کرے اور اگر کھانیمے کا تو خیر۔ البتہ خواص وقت کو چاہئے ہرگز نہ کھائیں ایسے شخص کو امام مسجد نہ بنایا جائے اور اگر کہین احیاناً امام ہو خیر شریک جماعت ہو جا اور ترک جماعت نکرے۔واللہ اعلم وعلمہ اتم

۱۹۔وضاحت حدیث نوری من نور اللہ

حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے حدیث نوری من نور اللہ کے مطلب کو نہایت شرح اور بسط کے ساتہہ تحریر فرمایا ہے خلاصہ یہہ ہے کہ اضافت ایک شئے کی دوسری شئے کیطرف جب ہوتی ہے تو بقاعدہ عربی مضاف اور مضاف الیہ میں غیرت ہوگی نہ باہمی جزئیت اور نہ جزئیت اس قاعدہ کے بعد مضاف کو عین مضاف الیہ قرار دینا بالکل غلط ہے اور جزئتہ کا علاقہ صحیح اسلئے کی اضافت کا دارومدار جزئیہ پر نہین ہوتا بلکہ کسی نئے ربط کی وجہ سے بھی اضافت ہوسکتی ہے۔اسطرح جہان من کا استعمال ہو ضروری نہیں ہے کہ وہ من تبعیضی ہو بلکہ بعض وقت من تعلیلیہ بھی ہوتا ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال یہان اس موقع پر من تبعیضی نہین ہے کہ جس سے علاقہ جزئیت ثابت

کیا جائے بلکہ تقلیلہ ہے۔ جس کا مطلب یہہ ہوگا کہ بوساطت وجود محمدی تمامی کائنات کا وجود اوس خالق برتر نے مخلوق فرمایا اور اکراماً واحتراماً اضافت نور کی حضرت کی طرف کی گئی جیسا کہ اکراماً حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روح اللہ کہا جاتا ہے اسطرح نور محمدی کو نور اللہ کہا گیا یعنی خدائے برتر نے نور محمدی کو بلا واسطہ کسی مخلوق کے اپنی قدرت کاملہ سے مخلوق فرمایا نہ مثل دیگر کائنات اور اوسکی مخلوقیت مین وجود محمدی کو واسطہ فی الخلق قرار دیا اس خصوصی فضل و کرم نے حضور کو ایک خاص مقام اور عزت دی اسو جہہ سے نور اللہ کی اضافت خاص اللہ تعالٰی نے اپنی ذات کی طرف منسوب کی اس نسبت عینیت کا علاقہ یا جزئیت کا تعلق بتانا ہے دونون غلط ہین۔ حضرت مولانا نے ملائکہ کی مثال دیکر اس مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ ملائکہ مقربین کا مخلوق من النور ہونا احادیث مین مذکور ہے۔ یہان پر نور سے نور اللہ مراد ہے اور کوئی ملائکہ کی نہ عینیت کا قائل ہے اور نہ جزئیت کا اصل یہہ ہے کہ خود باری عز و جل واجب الوجود اور تمامی مخلوقات کا وجود اوسی احدیت الذات والصفات سے مستفاد ہے وہی مبدا الکل اور تمامی مخلوقات بہ ہمہ جہت اوسکی محتاج اوسکا وجود اصلی ہے اور کائنات کا وجود ظلی۔

حضرت مولانا نے نور آفتاب کی مثال دیکر مزید اس حدیث مذکور کی وضاحت فرمائی ہے جسطرح نور آفتاب آفتاب کی ذات سے قائم ہے اور اوسکے نور سے عالم منور ہوتا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ عالم پر جو نور محیط ہے وہ آفتاب کا عین ہے یا آفتاب سے جزئیت کا علاقہ ہے یہہ دونون صراحتاً غلط ہین بلکہ یون کہا جاتا ہے کہ نور جو آفتاب کی ذات سے قائم ہے وہ اصل ہے اور عالم کا نور اوس نور کا عکس اور ظل اور پرتو ہے نہ انمین عینیت کا علاقہ ہے اور نہ جزئیت کا اب خوب واضح ہوگیا کہ اللہ کا نور ذات خداوندی مین اصلی ہے اور مرتبہ انبساط مین آکر تمامی کائنات مین وہ نور جلوہ گر ہے وجود حقیقی اور وجود اصلی اور مرتبہ وجود ظلی میں البتہ تعدد ہے وجود اصلی بے نیاز محض ہے اور وجود ظلی بہ ہمہ حاجت۔ نیز وجود اصلی غیر مخلوق اور سب کا خالق ہے اور وجود ظلی مخلوق ہے اور یہہ دونون متبائین ہیں اور انعام چونکہ اللہ تعالٰی نے بلا وساطت مخلوق نور محمدی کو پیدا فرمایا

اسلئے اس خاص اورشرف فضیلت کیوجہ سے نوراللہ کیطرف کیگئی ہے نہ انمین عینیت کا علاقہ ہے اور نہ جزئیت کا علاقہ ہے وہ خالق اور یہہ مخلوق دونون جدا جدا ہین اسی وضاحت کے بعد مسئلہ بالکل صاف ہوگیا ہے۔ حضور تمام کائنات میں افضل ہین۔

۲۰۔ دربار صلوۃ مسافر و نوافل وغیرہ

بجواب

۱۔ مسافر کو بجائے چار رکعت دو رکعت پڑھنا چاہیے اگر تنہا پڑھے یا خلف الامام المسافر۔ بصورۃ اقتداامام مقیم چار رکعت پڑھے گا۔ سنتہ و نوافل کا قصر صرف اسقدر ہے کہ جو مؤکدہ بہ حالت قیم تھا وہ نہیں۔ اسی وجہ سے بہ حالت سفر، سنت و نوافل کا ادا کرنا موکد نہیں۔ بحالت فرصت واطمینان ادا کرنا اولےٰ ہے۔

احادیث سے اداء سنت و ترک سنت اداواکتفا علے الفرض دونون ثابت ہین اور فیما بین احادیث یہی صورت جمع ہے کہ بوقت سفر ترک اور بوقت قیام منزل ادا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

۲۱۔ دربارہ نذر و مصرف نذر

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے نذر کی کہ فلان وقت اس مسجد مین اسقدر چندہ دونگا مگر جب اوس چندہ کا وقت آیا تب اوس مسجد کو کچھ ضرورت باقی نہین رہی اب یہہ نذر کرنے والا دوسری مسجد یا کنوین یا مدرسہ یا کسی دوسرے کار خیر مین اوسکو خرچ کرسکتا ہے یانہین۔

بجواب

صورۃ مستفسرہ مین صرف اوس مقدار روپیہ کا دوسری مسجد بلکہ ہر مصرف خیر مین جائز ہے جو نذر کہ معلق یا شرط نہوا گرچہ اوسمین کوئی تعین زمان یا مکان وغیرہ ماخوذ کیجائے مگر وہ معلق نہین

ہوتی مطلق ہی رہتی ہے اور بوجہ اطلاق اس کا علے خلاف تعین انکا صرف کرنا صحیح ہے فی الدرمختار
(والنذر من اعتکاف اوحج اوصلوۃ اوصیام اوغیرہ غیرالمعلق ولومعیناً لاتخصیص بزمان ومکان ودرھم
علی فلان فخالف جاز) وفی الفتاویٰ الشامیہ (انما جاز لان الداخل تحت النذر ماہو قربتہ وہواصل
التصدق دون التعین فبطل التعین ولزمتہ القربتہ) باالجملہ چونکہ مقصود ایسے نذر مین تقرب اللہ
ہے لہذا ہر مصرف خیر مین جائز ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

۲۲۔ دربارہ عقد باجازت والدہ بموجودگی چچا حقیقی

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ مین کہ مسماۃ ہندہ کا سن ۹ سال کا ہے اوسکے باپ
نے بچپن مین انتقال کیا تھا اوسکی ماں اور اسکے چار بڑے چچا یعنی اسکے باپ کے حقیقی بڑے بھائی
اور دو حقیقی ماموں زندہ ہین۔ اسوقت اوسکا ایک ماموں مجنون ہوا اور دوسرے ماموں سفر بعید مین
ہے اور چارون چچا بھی مکان پر موجود نہون لیکن اتنی دور نہون جسمین نماز قصر پڑھی جائے تو اس
صورت مین ماں کو اختیار ہے کہ اوس لڑکی کا نکاح جس سے چاہین بدون اجازت ان وارثون کے
اور بدون تصدیق وکالت اوس لڑکی کے کرے یا نہین۔

بجواب

چچا عصبہ ہے اور ہوتے ہوئے اوسکے، ماں کو حق ولایت نہین پہنچ سکتا۔ نیز ظاہر کلام
سے دختر منکوحہ کا بالغہ ہونا معلوم ہوتا ہے اسوقت میں وہ باختیار خود ہے دوبارہ نکاح اوسکی خود
اجازت ضروری ہے۔ چچا کا اسقدر مسافت پر ہونا کہ احکام سفر شرعاً اوسپر مرتب ہون بحکم اقامتہ
دبحکم وجود فی المصر باالجملہ بصورۃ مذکورہ ماں نے جو بطور خود بغیر اجازت ولی وبغیر اجازت دختر
منکوحہ اگر نکاح کیا نامعتبر ہے مگر بمنزلہ نکاح فضولی موقوف علے اجازۃ المنکوحہ ہے۔
دختر نے بعد اطلاع خبر نکاح اگر فوراً انکار کیا اور اس نکاح سے جو ماں نے کیا نارضامندی اپنی ظاہر
کی بے شک وہ نکاح صحیح نہین رہا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

۲۳۔ دربارہ مسائل مختلف مرتکب گناہ کبیرہ وامامت فاسق وغیرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے مین ایک شخص مسلمان مرتکب گناہ کبیرہ وصغیرہ کا ہوا اور شرک بھی اوس سے سرزد ہوا ہوا ایسے شخص کا بعد توبہ کے کیا حکم ہے۔

۲۔ نیز ایک شخص امامتہ کرتا ہے اور اوسکی زوجہ باہر پھرتی ہے اوسکے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہین۔

۳۔ نیز جو شخص سوائے اردو فارسی کچھ نہ پڑھا ہوا ہو وہ منبر پر بیٹھ کر مثل علماء کے ترجمہ قرآن پاک کرتا ہے اور ثبوت حدیث سے دیتا ہے ایسے شخص کیواسطے شریعت کا کیا حکم ہے

۴۔ نیز زید وعمر دونون مسلمان ہین اور زید عمر کے نقصان پہنچانے مین کوشش کرتا ہے اوسکے واسطے شریعت کا کیا حکم ہے۔

بجواب

حدیث مین وارد ہے (التائب من الذنب کمن لاذنب لہ) شرک و کفر۔ صغیرہ۔ کبیرہ۔ ہر گناہ سے توبہ ہوسکتی ہے اور بعد توبہ صادقہ اوس خدائے برتر رحیم وکریم کے افضال کے بھروسہ قوی امید ہے کہ بعد توبہ صادقہ گناہ بالکل معاف ہو اور صاحب توبہ پاک و صاف مگر توبہ صادقہ اس سے عبارۃ کی سچی ندامت کے ساتھہ اقرار گناہ کر کے معافی چاہے اور آئندہ کو سچا عہد کرے کہ کبھی اوس گناہ کا مرتکب نہون گا۔

۲۔ اگر عورت اوسکی شرعی پردہ کے ساتھ باہر جاتی ہو امامتہ اوسکی بے تردد درست ہے والبتہ بغیر پردہ شرعی باہر جانا اور اجانب سے بے حجاب رہنا معصیہ ہے ایسا شخص جو ارتکاب گناہ مین یون بے باک ہو لائق اسکے نہین کہ اوسکو امام مسجد بنایا جائے

۳۔ اگر قرآن کا صحیح ترجمہ بیان کرتا ہے اور نیز علاوہ اسکے جو کبھی روایات معتبرہ سے نقل کرے تو مضائقتہ نہین البتہ ادب شریعت یہہ ہے کہ ایسا شخص ایسی جرأت سے باز رہے اندیشہ ہے غلط ترجمہ یا غلط روایت زبان سے نکلے اور نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہو۔ حدیث صحیح مین ارشاد

ہے (مَن کَذَبَ عَلَی مُتعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار)

۴۔ مسلمان دوسرے مسلمان اوسکے ضرر سے محفوظ رہین۔ فرماتے ہین (المسلم من سلم المسلمون بیدہ ولسانہ) نیز ارشاد ہے (لاضَرَر ولا ضرار فی الاسلام) خوبی یہہ ہے کہ باوجود اسکے دوسرا اسکے درپے آزار ہو یہہ اوسکو یہہ بھی ایذا ندے۔

۵۔ قرآن پاک مین ہے (ادفع بالتی ہی احسن) یعنی برائی کا بدلہ بھلائی سے دو برائی کے ساتھ ندو) دوسری جگہ ارشاد ہے کہ (فَمَن عَفَا وَاَصلَحَ فَاَجرہ علے اللہ) یعنی جسنے خطا معاف کی اور صلح سے پیش آیا اوسکا اجر اللہ کے پاس ہے۔ یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ واللہ علم بالصواب

۲۴۔ دربارہ طلاق

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید نے بوجہ دوسری عورت اپنی زوجہ ہندہ کو چھوڑ رکھا ہے مجبوراً ہندہ نے عدالت مین درخواست دیکر اپنا فیصلہ چاہا کہ زید نے مجھکو عرصہ کئی سال سے چھوڑ رکھا ہے اور کوئی خبر نہین لیتا لہذا یا تو مجھکو طلاق دلوائی دیجائے یا میرے خورد ونوش کا انتظام کرادیا جاوے چنانچہ یہہ ہی حکم عدالت سے صادر ہوا کہ یا تو طلاق دے یا پانچ روپے اوسکے خورد ونوش کیواسطے دیجائین۔ بعد گزرنے ایک ماہ زید نے عدالت مین درخواست کی کہ مین پانچروپیہ علیحدہ نہین دیسکتا اور چونکہ ہندہ نے درخواست طلاق بھی کی ہے لہذا مین اوسکو طلاق دیتا ہون عدالت دین مہر معاف کرادے۔ ایسی صورت مین ہندہ اپنے شوہر سے مہر لے سکتی ہے یا نہین اور یہہ طلاق خلع متصور ہوگی یا نہین

الجواب

چونکہ مہر مین اوسکو طلاق دیتا ہون مطلق ہے نہ کوئی شرط اوسکے ساتھ ماخوذ ہے اور نہ بعوض دین مہر اور نہ بعوض مال۔ نیز یہہ طلاق صریح ہے نہ صیغہ خلع ہے نہ ہم معنے صیغہ خلع لہذا خلع بے تردد واقع مگر چونکہ ایک مرتبہ طلاق دی ہے طلاق رجعی واقع ہوگی اگر قبل از عدت یعنی اختتام

زمانہ عدۃ مین رجعت کرے اور شاہدین اوس عدت پر گواہ ہون تو پھر وہ زوجہ اوسکے نکاح مین رہے گی ورنہ بعد گزرنے عدت کے نکاح سے باہر اور مہر کامل سے نفقہ عدۃ شوہر کو ادا کرنا واجب ہوگا۔ واللہ علم بالصواب

۲۵۔ دربارہ ذکر الشہادتین

کیا فرماتے ہین علماء دین اس بارہ مین کہ ماہ محرم مین حضرت امام حسینؓ کے ذکر شہادت مین چاہے نثر مین ہو یا نظم مین حضراتَ خلفاء راشدین ودیگر صحابہ کی فضیلت وشہادت کا تذکرہ اہلسنت کیلئے کیا ضروری ہے جیسا کہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ کے مجموعہ فتاوائے بحوالہ جامع الرموز مین مذکور ہے اور کیا اسپر تمام علماء اہلسنت کا اتفاق ہے یا کسی کا اسمین اختلاف بھی ہے اور کیا یہہ حکم مملوکہ محدود مقامات کے ساتھ خاص ہے یا ہر شارع عام جہان واقعہ شہادت پڑھا جائے یہہ حکم مذہبا جاری ہوگا۔

الجواب

بندہ نے مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحی صاحب مرحوم ومغفور کو دیکھا نہ کتاب جامع الرموز نگاہ سے گزری چاہا دیکھون مگر نہین دستیاب ہوئی اسوجہ سے تحریر جواب مین زیادہ دیر ہوئی حیران ہون کیا لکھون۔

میرے نزدیک مسلمات دین مین سے ہے کہ مصائب پر صبر کیا جائے ورضا وتسلیم بے شک منجملہ لوازمات مرتبہ عبودیت صبر پر ثواب موعودہ مبشرات۔ صبر سے آیات قرآن اور احادیث نبی کریم ﷺ مالا مال اور جزع وفزع۔ گریہ وبکاء از جملہ ممنوعات شرعیہ وعید ہائے شدیدہ اوسپر وارد۔ کہین یون ارشاد ہے (لیس منا من حلق وقلق) اور کہین یون ارشاد ہے (لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب) بلکہ فی حق المیت وفی قتھہ نیکی یہہ جملہ نوحہ وبکاء اور یہہ تمام گریہ وزاری نیز اندیشہ سے خالی نہین۔ حدیث صحیح مین کھلا وارد ہے (المیت یعذب ببُکاءِ الحی علیہ) اور نیز یون

وارد (یُعذّب المیت بما نیح علیہ اوکما قال)

ذکر شہادت حسینؓ یا مصائب کربلا وَلَوکانَ بالروایات الصحیحہ چونکہ بالآخر منتج بکا وبین بلکہ نوحہ وزاری اوسکا عین مقصود اور رتبہ ومرتبہ رضا وتسلیم کے خلاف بلکہ اوسکے منافی تو علے الحال اہل اسلام اور احق بمقتضائے امان یون ہے کہ ہمہ صبر ہوکر ثابت القدم رہین اور جملہ رضا وتسلیم ہاتھ سے ندین۔ ہان بقدر وسعت مالی و بدنی عبادت سے یہ ارواح طیبہ طاہرہ اہلبیت نبی کریم ﷺ ایصال ثواب کر کے حسنات حاصل کرین اور نظم یا نثر یا جس طور پر کہ ہو نقل مصائب سے حذر کرین بلکہ جبکہ مشاہدہ یون کہ بیشتر اون مصائب وشدائد نقل وذکر نی حق العوام نہ فقط فی حق القائلین باعث ہیجان غضب وعداوۃ ہوتا ہے بلکہ فی حق بعض صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین ولو بلا سبب او باسباب لغیرہ نیز محدث بغض ہوجاتا ہے اور ظاہر کہ اکرام صحابہ یعنی اکرام صحبت محمدی ﷺ عین اکرام حضور ہے اور توہین صحابہ خود حضور اقدس کی توہین۔ پس بربناء ہذا الحکمۃ الغامضۃ ایسے اذکار اور ایسے نقل روایات ضرور ممنوعات دین سے ہونگے خاص اوس حالت مین کہ رواج وقت کے موافق روایات موضوعہ سے مملو ہون۔ اسی بنا پر حضرات متکلمین نے مشاجرات صحابہ کے ذکر کو ناجائز لکھا ہے اور کتب عقائد مین صراحۃ ممانعت اوسکی مذکور اور بحالت ارتکاب ضرور مصلحۃ دین کے خلاف اور بعقائد العوام اسکو مقتضی کہ ذکر شہادت ونقل مصائب کربلا کے ساتھہ ذکر فضیلت شیخین وذکر فضائل صحابہ نیز کیا جائے اور جبکہ مصلحت دین بربناء ہذا الحکم ہے اور اصلاح عقائد العوام اوس سے مقصود پس بلا تخصیص زمان ومکان وبلا تخصیص نظم ونثر یہہ حکم عام ہوگا نہ محدود فی زمان او مکان اوفی حال دون حال کوئی قید نہین ہے۔ واللہ یہدی من یشاء الے صراط مستقیم۔

۲۶۔ دربارہ سود کے مال سے تنخواہ جائز ہے یا نہین

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ جن انگریزی دفاتر مین تنخواہین بنک کے سودی روپیہ سے ملازمین کو دیجاتی ہین اونہین باوجود یقین وعلم کے ملازمت کرنے کا جواز اور ضعیف سے ضعیف تاویل وتوجیہ سے اوس روپیہ کی اباحت شریعت سے ثابت ہوسکتی ہے یا نہین۔

الجواب

ربوا کی حرمت ایسی منصوص وقطعی الثبوت ہے کہ کسی مسلمان کو جرأت نہین اور نہ ہوسکتی ہے جو اوسکو مباح کر سکے جن حضرات نے ان دیار کو دارالحرب سمجھ کر ہدایہ وغیرہ کتب فقہ کے اس فقرہ کے بھروسہ (لاربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب) ربوا وسودخواری کو مباح کہا اور کفار سے سود لینا جائز قرار دیا میرے نزدیک منشاء صحیح اس رائے کا اون حضرات کا قلت تدبر ہے اور بدوجہ یہہ رائے اون حضرات ضرور نا قابل تسلیم ہے۔ اول یہہ کہ بعض علماء انہی دیار کو دارالحرب کہتے ہین اور ممکن دلو مرجوحا یہہ کہنا اونکا صحیح ہو اور مُسلّم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال) پس ہوتے ہوئے اس احتمال مخالف کے دارالحرب ہونا ان دیار کا کیونکر ثابت اور جب دارالحرب ہونا دیار کا خود ثابت نہین تو حلت ربوا جو اوسپر مبنی ہے کیونکر صحیح۔ دوسرے یہہ کہ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ کی عبارت سے یون سمجھنا کہ مسلمان دیارنا کو کفار سے ربوا لینا صحیح ہے ہرگز صحیح نہین یہہ حکم اباحت ربوا اون اہل اسلام کے ساتھہ مخصوص ہے جو دراصل دارالاسلام مین اقامتہ پزیر ہون اور کفار دارالحرب سے امان لیکر چندے ربوا دارالحرب مین قیام عارضی کرین اور دوبارہ معاہدہ راسخ چونکہ وہ اہل اسلام خود دارالاسلام کے رہنے والے ہین اور بحق مسلمانان دارالاسلام منجملہ اہل غزا ہین مال کفار مباح الاصل۔ لہذا اون مسلمانان دارالسلام کو جائز کہ بحکم اباحت اصلیہ مال کفار تو لے لیس من الحیل مثلا بحیلۃ الربوا کفار سے لیکر متمتع ہون نہ یہ کہ اہل اسلام کہ خود پناہ گزین اہل حرب ہین اور علے سبیل الدوام اقامتہ گزین دارالحرب والحکم پناہ وحمایۃ اہل حرب خود کفر ظلی کے مورد یہہ لوگ کیونکر مستحق اس انعام اباحت کے ہوسکتے ہین ہرگز نہین ہرگز نہین فقہا علیہم الرحمہ

نے مال اہل حرب کا مباح الاصل ہونا خود اس حکم اباحت کی دلیل گردانی ہے اور محشیان و شارحین ہدایہ نے تحت ہذہ العبارت بطور تحشیہ تصریح کردی المراد منہ (ای من المسلم ہو المسلم الذی دخل دار الحرب بامان) بالجملہ ربوا بیشک حرام ہے اور ہرگز مفید ملک نہین اور ضرور واجب الرد ہے اوسکی خالص آمدنی سے تنخواہ لینی جائز نہین۔ ہان اگر یون ہو کہ جسکی نوکری کیجائے اس کی یہ آمدنی حرام و ناجائز حلال و جائز روپے سے مخلوط ہو اور حلال اس پر غالب یا وہ شخص حلال روپے سے قرضاً تنخواہ دے اور پھر وہ قرضہ کو دوسری آمدنی سے ادا کردے تو خیر کہہ سکتے ہین ایسی حالت مین اوس تنخواہ کا لینا جائز ہوگا ورنہ بیشک آخذ ربوا حرام ہے اور اوسکی خالص آمدنی سے تنخواہ لینی نیز ناجائز ہے۔ واللہ علم بالصواب

۲۷۔ درباره بصورت خوف جانی و مال معتدہ کو انتقال من بیت الزوج

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ایک مساۃ کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور وہ صاحب جائداد تھا اوس متوفی کے بھائی بھتیجے یہہ چاہتے ہین کہ کل جائداد پر ہم قابض ہو جائین اور مساۃ مذکورہ کو ترکہ کچھہ ندین اور یہان پر مساۃ کا کوئی عزیز اقارب بھی نہین جو اوسکی مدد کر سکے اب بوجہہ خوف جان قبل ختم ہونے عدت کے اپنے بھائیون کے مکان جاوے او وہان پر آکر عدت پوری کر سکتی ہے یا نہین۔

الجواب

بحالت اندیشہ جان و مال یا بحالت خوف سارقین یا خوف زنا بالجملہ بحالت ضرورۃ شرعیہ عورت متوفی عنہا زوجہا کو جائز ہے کہ بیت زوج سے نکل کر دوسرے مکان مین عدۃ پوری کرلے۔ فی الفتاوی قاضی خان (الحرۃ المسلم فی عدۃ طلاق او فرقۃ سوی الموت لاتخرج ولانہارا الا بضرورۃ من خوف انہدام او حرق او ضاع مال) حاصل یہ ہے کہ بصورت خوف و بضرورۃ شرعی

انتقال من بیت الزوج جائز ہے۔ واللہ علم بالصواب

۴۸۔ درباره تارک الجمعہ والجماعت

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید بلا عذر شرعی تارک الجمعہ والجماعت ہے ایسے شخص کی نسبت شرع مین کیا حکم ہے اور کیا وعید احادیث مین وارد ہے۔

الجواب

اداء صلوۃ با الجماعت علے قول الامام الاعظمؒ سنت مؤکدہ عملا کا الواجب ہوتی ہے اور علے سبیل العادۃ بغیر عذر شرعی جو تارک اوسکا ہو بحکم حدیث صحیحہ وشناعت حضور سرور عالم ﷺ سے محروم۔

امام احمد علیہ الرحمہ جماعت کو فرض فرماتے ہین اور اداء صلوۃ بغیر الجماعت ان کے نزدیک صحیح نہین۔ قرآن پاک مین دوبارہ جماعت بصیغہ امر یون تاکید (ورکعوا مع الراکعین) حدیث نبوی مین یون وارد ہے تارکان جماعت کے گھرون کو آگ لگا نیکو جی چاہتا ہے مگر بلحاظ اہل وعیال واطفال جو بے خطا ہین درگزر کرتا ہون۔

کہین یون ارشاد ہوتا ہے (من ترک الجمعۃ والجماعۃ ختم اللہ علے قلبہ او کما قال) با الجملہ جماعت از جملہ مؤکدات مین سے ہے اور تارک اسکا مستحق زجر شدید۔ بیشک مخالفین دین جماعت کو کافر جاننا یا منافق یا آثار کفر یعنی ختم اللہ علے قلبہ کا اوسپر ترتب کرنا بہت خطرناک ہے اہل ایمان کے حق مین اس سے زیادہ اور کیا وعید شدید ہوسکتی ہے اعاذنا اللہ منہ سائر المسلمین منہ۔

با الجملہ ترک جماعت بلا عذر شرعی کسی طرح جائز نہین درصورت ترک عذاب آخرت اور حرمان شناعت کا اندیشہ قوی ہے۔ مسلمان پر لازم کہ عذاب آخرت سے ڈر کر سچی توبہ کرے اور بغیر عذر شرعی کسی حال مین عسرا ویسرا تا وسع وامکان جماعت نہ چھوڑے۔ (ان بطش ربک لشدید) واللہ علم بالصواب

۲۹۔ درباره عدم تفصیل مہر مؤجل ومعجل

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ مین کہ ہندہ کا نکاح زید سے ہوااور نکاح کے وقت مہر ایک مقدار خاص کے ساتھ مقرر ہوا مگر حسب رواج قدیم مؤجل باہمزہ یا معجل بالعین ہونے کی کچھ تصریح نہوئی اور مطلق مہر رہا۔ ہندہ کے زید شوہر سے اولاد بھی موجود ہے اندر بصورت مہر زوجہ بوجہ عدم اتفاق باہمی یا کسی دوسری بناپر زید شوہر سے اپنے کل زرمہر کا مطالبہ کرسکتی ہے یا نہین اور شرعا وہ مجاز مطالبہ ہے یا نہین۔

الجواب

مہر بنفس العقد واجب علے الزوج ہو جاتا ہے اور یہہ وجوب وجوب شرعی ہے یہہ ہی وجہہ کہ عقد النکاح ذکر مہر وعدم وذکر دونون برابر ہین بہر حال مہر واجب فی الہدایہ (ثم المہر واجب شرعا امانۃ بشرف المحل فلا یحتاج الی ذکرہ بصحۃ النکاح) یعنی مہر کو بضرورۃ اظہار شرف محل خود شرع نے واجب فرمایا ہے اور چونکہ من جانب شرع مہر واجب ہے لہذا بغرض صحۃ النکاح زوجین کا عند العقد مہر کا ذکر کرنا ضروری نہین اور وطی یا خلوۃ صحیحہ یا موت احد الزوجین کے بعد وجوب اوسکا مؤکد ہوکر کل مہر واجب الادا ہو جاتا ہے فی الفتاوی عالمگیری (والمہر یتاکد باحد ثلثۃ معان الدخول۔ والخلوۃ الصحیحہ وموت احد الزوجین) یعنی منجملہ تین امور کے اگر ایک بھی مرتبہ وقوع آجائے وجوب مہر مؤکد ہو جاتا ہے بصورۃ مستفسرہ چونکہ زوجہ صاحب اولاد ہے کل مہر ذمہ زوج، واجب الادا ہوگیا۔ پس مطالبہ اوسکا نیز صحیح۔ منجانب زوجہ اگر تاجیل ہوے یعنی زوجہ اپنے مہر کو مؤجل کردے تو ہوسکتا ہے فی الہدایہ (کل دین حال اذا اجلہ صاحبہ صار مؤجلا) یعنی ہر وہ دین کہ جس کا ادا کرنا فی الحال واجب ہو بعد مؤجل کرنے صاحب الدین کے مؤجل ہو جاتا ہے۔ اور قبل گزرنے اوس کے جس کی مہلت دی گئی ہے اوسکا مطالبہ نہونا چاہیے۔ صورۃ مستفسرہ مین چونکہ عند العقد مہر کو مطلق چھوڑا ہے یعنی معجل یا مؤجل ہونے دونون سے کلام ساکت ہے بعد رواج قدم نیز اوسکے موافق پس ہندہ یعنی زوجہ زید کو اختیار ہے جب چاہے اور جس وقت چاہے اپنے کل

حق کا مطالبہ زید شوہر سے کرے۔

فی البدایہ نقلا عن النحایۃ قال ابو یوسف" (انَّ موجبُ النکاح عند الاطلاق تسلیم المہر عینا اودینا) یعنی وقت اطلاق مہر یعنی بحالت کہ مہر مطلق ہو معجّل بالعین یا مؤجل باہمزہ ہونے کی قید اوسکے ساتھ نہ ماخوذ ہو مقتضائے عقد نکاح یہ ہے کہ زوج مہر کو زوجہ کے حوالہ کردے اور اوسکے ادا سے فارغ ہو بلکہ امام ابو یوسف کے نزدیک بصورۃ مؤجل ہونے مہر کے زوجہ حق رکھتی ہے کہ اپنے حق کا مطالبہ کرے اور تا اداء مہر اپنے کو زوج کے پاس جانے سے روکے وعن الثانی ابو یوسف" (لہا نفسہ ان اجلہ کلہ وبہ یفتی استحسانا) وعن الصدر الشہید فی الشامیہ (قال فی مسئلہ التاجیل البعض ان لہ الدخول فی دیارنا بالاخلاف لان الدخول عند اداء المعجل مشروطا عرفا وصار کالمشروط نصا اما فی التاجیل الکل فیصر مشروطا لاعرفا ولا نصا فلم یکن الدخول علےٰ قول الثانی استحسانا وبہ یفتی) یعنی بحکم عرف اگر بعض مہر کو مؤجل بہ میعاد کہا جائے تو زوجہ اپنے نفس کو زوج سے نہیں روک سکتی زوج بعد اداء اوس مقدار کے جو اوسنے معجّل دینا اپنے ذمہ لیا تہا زوجہ سے وطی کرنے کا حق رکہتا ہے اور بحکم عرف گویا مشروط ہے کہ بعد اداء معجّل زوج کو وطی سے نہ روکا جائے والمشروط عرفا کالمشروط نصا۔ مگر مہر بہ تقدیر تاجیل الکل یعنی بصورۃ مؤجل ہونے کل مہر کے یہہ شرط نہیں نہ عرفا نہ نصا پس قول امام ابو یوسف" پر بحکم قیاس استحسانی تا اداء کل مہر زوج وطی نہیں کرسکتا اور زوجہ کو حق ہے کہ بغیر اداء مہر زوج کی وطی سے روکے اور فتوی قول امام ابو یوسف" پر ہے وہو الاحق بالاخذ فان الاستحسان مقدمٌ علےٰ القیاس۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب

۳۰۔ درباره سفر حج عورت بغیر محرم و وصولی اخراجات زائد واز ڈگری

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ عورت باوجود اپنے شوہر اور بہائی کی موجودگی کے اور کسی رشتہ دار مستورات کے جنکے ہمراہ یہہ سفر کرنا چاہتی ہے محرم ہین لیکن اسکے محرم نہین اس صورۃ مین اگر حج کیا جائے تو کیسا ہے اور ادا ہوگا یا نہین۔

۲۔ زمیندار جو کاشتکاران پر بقایا لگان کی نالشات دائر کرتا ہے اور اپنے پاس سے اس کے متعلق خرچ کرتا ہے تو عام طور پر عدالت سے جو زمیندار کو ڈگری خرچہ کی دیجاتی ہے وہ خرچہ ڈگری زمیندار کے خرچ شدہ رقم سے بہت ہی کم ہوتی ہے کیا اس حالت مین زمیندار کو جائز ہے کہ وہ خرچہ زائد موافق حساب کر کے مطالبہ لگان مین بڑھادے اور اوسکو سود کے نام سے منسوب کردے اسلئے عدالت سے سود کے ساتھہ ڈگری ملتی ہے اور کسی دوسرے طریقہ سے ڈگری نہین ملتی باوجودیکہ زمیندار کی نیت سود لینے کی ہرگز نہین ہے لیکن اوس خرچ زائدہ کے نقصان سے بچنے کے لئے یہہ ذریعہ اوسکے لئے جائز ہوگا یا نہین۔

الجواب

گو بعض روایات فقہیہ سے صورۃ مستفسرہ کے اجازت نکلتی ہو مگر یہ زمانہ پر آشوب ہے اور زناء ودواعی زناء سے بچنا دشوار ہے ایسے حالات مین عورت کا بغیر محرم سفر کرنا کسی طرح جائز نہین حدیث صحیح (لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر تسافر مسیرۃ ثلثۃ ایام ولیالیہا الا معہا محرم) اصل مذہب یہہ ہی ہے کہ عورت کے لئے وجوب حج کے بارہ مین محرم کا ہونا شرط ہے فی فتاوی قاضی خان (ولا یثبت استطاعت المرأۃ اذا کان بینہا و بین مکۃ مسیرۃ سفر ثابتۃ کانت او عجوزۃ الا بمحرم) وعند الشافعیؒ یجوز لہا المسافر بغیر محرم فی قضبہ لہا نساء ثقات۔ بالجملہ بصورۃ مستفسرۃ عندا امامنا الاعظمؒ عورت کو سفر کرنا جائز نہین۔

۲۔ خرچہ کا روپیہ مدعا علیہ سے لینا علماء کو اسمین خلاف ہے اوسکی ضرورۃ کی بناپر سود کا فیصلہ کیونکر صحیح ہوگا نیز عدالت سے خرچہ ضروری دلوایا جاتا ہے البتہ اپنے کام کی جلدی مین یا کسی اور ضرورۃ سے مصارف جو قانونا جائز ہین اور اہل معاملہ کو پیش آتے ہین وہ عدالت سے البتہ نہین دلائے جاتے۔ وہ خود کسی طرح ضروری نہین اونکو اس مرتبہ ضروری سمجھنا کہ ہر حال وصول کیجائین ولو بحیلۃ ربوا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے بالجملہ میرے نزدیک معہ حیلہ صحیح نہین ہرگز نکہا جائے بے شک ایمان کا یہ مقتضاء کہ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے ہر طرح حذر رہے سود خواری معاصی عظیمہ مین سے ہے

اوس سے بدرجہ اولے حذر کیا جائے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

۳۱۔ درباره صلوٰة الجمعہ فی القریہ

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ دو گاؤن جو قریب قریب آباد ہین اور بمنزل واحد کے ہین نمازی تقریبا اسی نوے آدمی ہون گے ایک مسجد بھی ہے اور موٹا کپڑا بھی ملتا ہے ایسے گاؤن مین عند الشرع صلوٰة جمعہ وعیدین جائز ہے یا نہین مدلل بیان فرمایا جائے۔

الجواب

حدیث مین وارد ہے (لا جمعۃ ولا تشریق الّا فی مصر جامع) وبحکم ہذا الحدیث امام ابوحنیفہؒ وجوب نماز جمعہ وعیدین کیواسطے مصر ہونا شرط ہے۔ مصر کی تعریف کے بارے مین علماء کے اقوال مختلفہ ہین تیسرا علے الامتہ وایتہ للجمعۃ (فانہا من آثار شوکت الاسلام ومن شعائر العظمت للمسلمین) فی زماننا اس تعریف کو اخذ کیا جاتا ہے جس مین اکثر حوائج ضروریہ مل سکین اور اوسمین مکانات ہون اور چند مساجد اور آبادی اہل اسلام اسقدر ہو کہ اگر وہ سب اہل اسلام جمع ہون تو اوس جگہ کے جو بڑی مسجد ہو وہ اوس جماعت اہل اسلام کو ناکافی ہو اور ظاہر کہ اس تعریف کے موافق قصبات اور بڑے گاؤن جسکو عرفا بڑا گاؤن کہین جیسے رجب پور۔ اوجہاری وغیرہ بحکم مصر ہین اور نماز جمعہ وعیدین اوسمین صحیح۔ صورۃ مستفسرہ اس تعریف کے موافق فی حکم المصر نہین ہوسکتی لہذا مقلدین امام اعظمؒ کو اوسمین جمعہ وعیدین کا پڑھنا صحیح نہین۔ چاہے جو قصبہ قریب ہو اور بعد اداء نماز جمعہ اوس سے واپسی آسان اور بہ سہولت اپنے گاؤن مین شب باشی ہونا متوقع اوس قصبہ مین جاکر نماز جمعہ ادا کرین۔ ورنہ ظہر کی نماز پر اکتفا کرین۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

۳۲۔ درباره قیام امام دار الحرب

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ مقتدیونکے اول صف کے درمیان امام جماعت کھڑا ہو سکتا ہے یا نہین؟

الجواب

امام کا وسط صف مین کھڑا ہونا مکروہ ہے آگے کھڑا ہونا چاہئے لفظ امام خود تقدم کو چاہتا ہے البتہ اگر جماعت عورت کی ہو اور عورۃ امام ہو تو بلحاظ زیارت ستر وہ وسط مین کھڑی ہو سکتی ہے۔ (اگر چہ یہہ جماعت مکروہ ہے)

سوال نمبر۲

امام جماعت صف سے کم از کم کسقدر فاصلہ پر اور زیادہ سے زیادہ آگے بڑھ کر کسقدر فاصلہ پر کہڑا ہو سکتا ہے۔

الجواب

اسقدر کہ پیچھے اوسکے مقتدیون کو سجدہ مسنونہ کرنا سہل ہو۔

سوال نمبر۳

تنگی جگہ وغیرہ کی وجہ سے امام جماعت مقتدیونکی صف سے کم وبیش ایک بالشت آگے ہووے اور اس وجہہ سے امام جماعت نے دائین بائین دو مقتدیون کا کندہے سے کندہا ملا ہو اور کسقدر فاصلہ ہو تو کیا یہ صورت جائز ہے یا نہین۔

الجواب

بحکم الضرورۃ بحالت تنگی مسجد اور ہجوم جماعت یہہ صورت جائز ہوگی ورنہ مکروہ۔

سوال نمبر۴

وضو کرنیکی نالی کے اندر کی طرف کنارے بر فرش وضو کے مستعمل پانی سے بھیگ گیا ہے اوس بھیگے ہوے فرش پر کھڑے ہو کر نماز جائز ہے یا نہین اور اوس مستعمل پانی سے بھیگا ہوا کپڑا پاک ہے یا نہین۔

الجواب

وضو کا پانی علے القول الراجح پاک ہے وہ طاہر ہے البتہ مطہر نہین پس نہ بھیگا ہوا کپڑا ناپاک اور نہ جگہ تر شدہ نجس۔

سوال نمبر۵

اکثر مسجدونکی پچھیت مین اندر کیطرف قد آدم سے زیادہ بلند محراب ہوتی ہے جس جگہ امام جماعت سجدہ کیا کرتا ہے اور ایک محراب ہوتی ہے جس کے نیچے امام جسکو اکثر مقتدی دیکھتے ہین کہڑا ہوتا ہے یہ امام جماعت کا کھڑا ہونا کیا کسی صورت مین ناجائز ہے اور اسطرح پر مسجد کے نکلنے کے دوران مین بھی دو محرابین ہوتی ہین کیا ان دونون محرابون مین امام کو کھڑا ہونا چاہئے۔

الجواب

یہود و نصاری کے معابد مین امام کے کھڑے ہونیکی جگہ بالکل علیحدہ ہوتی ہے اور ظاہر کہ تشبیہ بالیہود والنصاری مذموم و ممنوع۔ پس اگر محراب مسجد حقیقۃ علیحدہ ہو قیام امام ایسی محراب مین ضرور ناجائز اور اگر حقیقۃ علیحدہ نہ ہو بلکہ فی الجملہ صورۃ علیحدگی ہو کما ہو المتعارف فی اکثر المساجد تو بوجہ اشتباہ بالتشبہ عند البعض قیام فی المحراب نیز مکروہ ہے کہ امام صف اول کے اکثر مقتدیون پر مخفی نہ ہو اور بے حجاب نظر نہ آوے تو ان کے نزدیک وہ سب اول صورتین جسمین اخفا لازم ہو مثلاً قیام فی المحراب یا قیام امام بین الجدارین یا میان درہائے مسجد سب مکروہ ہین اور خلاف عمل امۃ الابضرورت ضیق المکان وہجوم الجماعۃ۔

بالجملہ وہ محراب درون جو قد آدم سے زیادہ بلند ہے اوسمین قیام امام ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے اور دوسری محراب مین بوجہ اخفاء امام اور نیز بوجہ تشبہ التشبہ مکروہ اور علی ھذا در ہائے مسجد مین قیام امام مکروہ اور ترک اوٹ۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

۳۴۔ دربارہ طلاق جواب

جس خط کی نسبت مرد یعنی زوج نے سب مجسٹریٹ و منصف کے روبرو اپنی دستخطی ہونے کا اقرار کیا ہے اوسمین صاف وصریح یہہ فقرہ موجود ہے اس طلاق والی عورت کا کونسا حق ہے اور وہ وثیقہ کہ دوسری عورت سے جب اوسنے نکاح کیا وراوسکے باپ کو وثیقہ لکھ کر دیا اوسمین یہہ تصریح کہ مین پہلی عورت کو طلاق دیدیا ہون یہہ دونون لفظ از جملہ الفاظ صریحہ ہین اور الفاظ صریحہ کا یہہ حکم کہ بمجرد الصدور طلاق واقع و مستحق نہ عزم وارداہ کی حاجت نہ نیت کی ضرورۃ ہذلاً و جداً یہہ طلاق ثابت خود حضور ﷺ کا ارشاد ہے فرماتے ہین (ثلث جدھن جد وہذلہن جد النکاح والطلاق والعتاق) بالجملہ وقوع طلاق مین کوئی تردد نہین۔ فقہا علیہم الرحمۃ کے نزدیک کتابت نیز فی حکم التلفظ ہے۔ فی درالمختار علے فتاوی الشامیہ (کتب الطلاق ان مبینا علے نحو یوم وقع ان نوی وقال فی حاشیا الدر المختار المشہورہ بالفتاوی الشامیہ (ان کانت مرسومۃ یقع الطلاق نوی وان لم ینو) وقال فیہا فی مقام آخر (یعنی بالمرسوم ان یکون موہوداً معتوباً قبل مایکتب الے الغائب) چونکہ یہہ خط اپنے خسر صاحب کا نام لکھکر بھیجا ہے تو اوسکا مرسوم ہونا ظاہر بالجملہ الفاظ مذکورۃ الصدر سے ضرور طلاق واقع ہوگئی۔ مگر چونکہ دونون مرتبہ لفظ طلاق صریح کا اطلاق ہوا ہے طلاق رجعی واقع ہوئی لیکن اس کے بعد پہنچنے اس خط کے فیما بین زوجتین مفارقت واقع ہوئی اوسکو مدت سہ سالہ گزرگئی لہذا وہ طلاق بحکم طلاق بائن ہے اسلئے کہ طلاق رجعی بعد گزرنے مدت عدۃ کے بائنہ ہوجاتی ہے۔ اسوقت عورت یعنی اوس زوجہ مطلقہ کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے اور زوج اول پر بغیر نکاح جدید حلال نہین۔ واللہ علم بالصواب

۳۴۔ دربارہ پردہ نابینا جواب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مرد بینا ہو یا نابینا بشرطیکہ غیرمحرم ہو پردہ کرنا اوس سے ضرور ہے جیسے مرد کو اجنبی عورت کا دیکھنا جائز نہین عورت کو بھی مرد اجنبی کا دیکھنا ناجائز ہے۔ پس مرد اگر نابینا ہے تو عورت تو نابینا نہین اوپر مرد نابینا سے پردہ کرنا ضرور ہے۔ جو شخص اپنی منکوحہ وغیرہ کو اجنبی مرد کے سامنے آنے دے اور اوسکو گوارہ کرے گو ناجائز جانے وہ شخص فاسق ہے لائق اسکے نہین کہ اوسکو امام بنایا جائے مقتدی لوگ خود مرتکب اسکے ہون یا نہون امام پر لازم کہ وہ اپنے طریقہ سے توبہ کرے اور اپنی عورت کو ہر اجنبی سے پردہ شرعی کے ساتھ رکھے ورنہ ضرور گنہگار ہے اور لائق اسکے امام نہ بنایا جائے۔

۳۵۔ دربارہ طلاق

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے اپنے بھائی سے نصیحۃً کہا کہ فلان عورت کے مکان پر کیون جاتا ہے۔ شخص مذکورہ نے کہا کہ وہ عورت میری زوجہ ہے۔ شخص مذکور نے بھائی سے سنکر کہا کہ تیری زوجہ منکوحہ اور تیری اولاد کہان جائین اوس شخص نے کہا مین نے طلاق دیا اور لفظ طلاق ایک بار کہا اور لفظ دیا دو یا تین بار کہا باہر نکلنے پر شخص مذکور نے طلاق سے انکار کیا اور کہا مین نے بھائی کے دہمکانے کی غرض سے کہا تہا مین اپنی زوجہ سے ناراض نہین ہون نہ مین اوسکے مخاطب ہون اب فرمایئے کیا طلاق واقع ہوئی یا نہین اگر ہوئی تو رجعی یا بائنہ یا مغلظہ۔

جواب

وقوع طلاق کیواسطے بےشک خطاب الے الزوجہ یا اضافت الی الزوجہ ضرور ہے اور جو الفاظ منجانب شخص مذکور فی السوال نقل کیے گئے ہین اوسمین نہ اضافت الے الزوجہ ہے اور نہ خطاب مگر چونکہ یہہ الفاظ مذکورہ یعنی مین طلاق دیا بجواب اس فقرہ کے کہے ہین کہ تیری زوجہ منکوحہ اور

تیری اولاد کہاں جائین اور ظاہر ہے کہ جواب کا مطابق سوال ہونا چاہیے گو اضافت الے الزوجہ صراحۃ مذکور فی العبارت نہیں۔ مگر بقرینہ سوال مذکور معنا و حکما ضرور مذکور ہے اور اضافت معنویہ وقوع طلاق کے بارہ مین کافی ہے لہذا اطلاق بے شبہ واقع لیکن چونکہ لفظ طلاق ایک بار مذکور ہے اور لفظ دیا جو دو تین بار کہا ہے وہ ظاہر لفظ اول کی تاکید پس ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مگر معلوم ہوا کہ عورت کو وقت طلاق حمل تھا اور اب چند ماہ گزرے جو وضع حمل ہو چکا تو چونکہ حاملہ کی عدۃ وضع حمل ہے اور بعد گزرنے عدۃ کے طلاق رجعی بحکم طلاق بائنہ ہے تو لازم کہ فیما بین زوجتین اگر وہ دونون باہم راضی ہون تو نکاح جدید کر دیا جائے بغیر تجدید نکاح زوجہ مذکورہ شوہر مذکور پر حلال نہین۔ واللہ علم بالصواب

۳۶۔ درباره بوسیدن ابہام در آذان

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ آذان مین بوقت نام پاک رسول ﷺ کا سنکر انگوٹھا چومنا اور آنکھ سے لگانا سنت ہے یا فرض یا کیا۔ جواب صاف حدیث صحیح مع ترجمہ حدیث مرحمت فرمایا جائے۔

جواب

نہ سنت ہے نہ فرض نہ واجب ہے نہ مستحب بلکہ بدعت ہے اور بے اصل جو احادیث اسبارہ مین نقل کیجاتی ہین اور جن روایات کے بھروسہ تقبل ابہام کو سنت یا مستحب سمجھا جاتا ہے وہ جملہ بہ تحقیق محدثین نامعتبر ہین بلکہ از جملہ موضوعات۔ امام شوکانی کتاب فوائد مجموعہ فی احادیث الموضوعہ مین تحریر فرماتے ہین (من قال حین یسمع اشہد ان محمد الرسول اللہ مرحبا حبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ ثم یقبل ابھامیہ ویجعلھما علے عینیہ لم یعم ولم یرمد ابدا) قال فی التذکیرہ لایصح اور شمس الدین محمد بن عبدالرحمن مقاصد السنہ فی احادیث المشتہرہ علے السنہ مین تحریر فرماتے ہین لایصح فی المرفوع من کل ہذا شئے۔ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے تذکرہ الموضوعات مین ان احادیث کو از جملہ

موضوعات تحریر فرمایا ہے۔

روایات نقہ جو اسکے استجاب مین خزانت الروایات یا کنز العبادات وغیرہ مین نقل کیجاتی ہین وہ بھی نا معتبر ہین کتب متداولہ و معتبرہ عند العلماء مین کہین اس قسم کی روایات کا پتہ نہین اور خود یہہ کتابین جن سے ان روایات کو نقل کیا جاتا ہے اور نام انکے اوپر مرقوم ہوے عند العلماء نا معتبر ہین۔ان کتب مین رطب دیابس کو بلا تنقیح جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ مولانا عبد الحئی صاحب لکہنوی علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ النافع الکبیر مین اسی مضمون کو مفصل لکھا ہے بالجملہ مسئلہ تقبل ابہا مین ایک بے اصل مسئلہ ہے احادیث صحیحہ وروایات معتبرہ کے بالکل خلاف ہے۔واللہ علم بالصواب

۳۷۔دربارہ تکرار جماعت جواب

امابعد بندہ نحیف خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن الحسینی الامروہی غفرلہ بہ خدمت برادر مکرم جامع کمالات جناب مولوی عبد الجلیل صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے نامہ پہنچا ممنون فرمایا۔چونکہ فی الجملہ علیل تھا اور نیز برادر زادہ نو جوان جسکی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور اپنے باپ کے ایک ہی تھا اور اس بناء پر سکو عزیز تہا اچانک بیمار ہوا اور فوراً انتقال کر گیا اسلئے تمام خاندان پر وہ صدمہ ہے کہ لائق بیان نہین۔دعا فرمایئے کہ رب کریم اوسکی مغفرت فرمائے اور وابستگان کو صبر کے ساتہہ نوازے اور اوسکے والدین کو نعم البدل عطا فرمائے آمین

مع ہذا ہجوم کار متعلقہ ان وجوہ سے جواب نامہ مین دیر ہوئی معاف فرمایئے۔

اب سنئے از جملہ شرائط جمعہ جماعت نیز ہے اور علے مذہب الاصح تکرار جماعت فی مسجد واحد مکروہ ہے۔حضرت انسؓ جو حضور نبی کریم ﷺ کے خاص خادم ہین اور دس سال کامل شرف صحبت اور تشرف حضوری سے مشرف رہے ہین روایۃً فرماتے ہین (کانوا اصحاب رسول اللہ صلعم اذا فاتتہم الجماعت یصلون فُرادیٰ) وجناب ختمی مآب علیہ انوار صلوۃ وسلام ایک مرتبہ گروہ

انصار مین جو ایک مناقشہ تھا فیما بین ان کے مفرض مصالحت تشریف لے گئے تھے اتفاق سے تشریف لانے مین دیر ہوئی تو گروہ صحابہ نے انتظار کرکے نماز با جماعت پڑھ لی آپ جب تشریف لائے چونکہ مسجد مین نماز با جماعت ہو چکی تھی باوجودیکہ مسجد نبوی ﷺ مین نماز جماعت سے ادا کرنا کیسا کچھ موجب فضل ہے اور خود سرور عالم ﷺ کیسے کچھ حریص الطاعۃ مگر بوجہ مکروہ ہونے جماعت ثانیہ کے اپنی مسجد مین جماعت کا تکرار نفرمایا اور اندر مکان کے تشریف لیجا کر گھر کے لوگون کو جمع کیا اور ان کے ساتھہ جماعت سے نماز ادا کی۔

فقہا علیہم الرحمہ جو یون لکھتے ہین (واذا اعید الجماعۃ باذان واقامتہ فیک اللہ فلا) اس عبارت سے تکرار جماعت کو جائز سمجھنا اہل فہم سے مستبعد ہے پر ظاہر ہے پہلے فقرہ مین جس کراہت کو ثابت فرمایا دوسرے فقرہ والا فلا مین اوسکی نفی فرماتے ہین اور یہہ مسلم اور نیز مصرح کہ اعادہ جماعت باذان واقامتہ مکروہ تحریمی ہے پس حاصل یہ ہوا کہ اعادہ جماعت بغیر اذان واقامتہ مکروہ تحریمی نہین۔ باقی کراہتہ تنزیہی وہ بحال خود کما ثبت من فعل ﷺ ومن فعل الصحابہ لفظ لاباٗس وبباح چونکہ مکروہات تنیز یہہ پر نیز اطلاق ہوجاتا ہے لہذا البعض نے اعادہ جماعت کو لاباٗس وبباح جان کر تعبیر کیا۔

امام ابویوسفؒ نے جو روایۃ جواز اعادہ جماعت مروی ہے مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ زاویہ مسجد مین بلاتداعی (یعنی بلا اعلان) ایک دو کے ساتھ ادا کیجائے۔ بالجملہ اعادہ جماعتہ باجماعت کثیرہ وبا تداعی حنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے پس جماعت مسنونہ مشروعہ صرف جماعت اولے ہے نہ ثانیہ۔

لہذا جماعت ثانیہ شرعا کان لم یکن ہے اسلئے بعد ہونے جماعت کے اوسی مسجد مین تکرار جماعت جائز نہین بلکہ فقہا مین جسنے جماعت ثانیہ کو جائز بلا کراہتہ کہا کما ہو مذہب احمد واسحاق رحمہما اللہ تعالے ان کے نزدیک نیز جماعت ثانیہ برائے نام جماعت ہے جو ثواب عظیم جماعت پر موعود ہے اوسمین نہین اور جو وعید کہ ترک جماعت پر وارد ہے تارک جماعت اولے

داخل ہے۔

پس حقیقت مین جماعت گویا کسیکے نزدیک متحقق نہین اوس وعید مین اور وجود اوسکا گویا کان لم یکن جمعہ جسکی شرط سے جماعت ہے تکرار جماعت کے ساتھہ کیونکر ادا ہو۔ بیشک مکروہ ہے البتہ چونکہ جمعہ جامع الجماعات اور اسوجہہ سے فقہا کے نزدیک جواز تعدد جمعہ نیز مختلف فیہ ہے (کرہ ظہر معذور و مسجود بہ جماعت فی مصر یومہالان الجمعۃ جامعۃ للجماعات فلا یجوز الا جماعۃ واحدۃ۔ الا یجوز الجمعۃ عند ابی یوسفؒ فی موضعین الا اذا کان لا جنبان فمصر فی حکم المصرین کبغداد فی جوز حینئذ موضعین دون الثلثہ وعند محمدؒ لاباس بان یصلی فی موضعین او ثلثۃ سواء کان لمصر جانبان اولم یکن بہ یفتی بالجملہ جمعہ جامع الجماعات ہے اور مسجد جامع نے اون جماعۃ کو کہ مساجد متفرقہ مین ہوتی ہین اپنے اندر جمع کرلیا ہے پس جیسی کہ مساجد محلہ نماز پنجگانہ کے واسطے مسجد جامع محل جماعت ہے اور موضوع الجماعۃ نہ بیوت محلہ علی ہذا اس نماز جمعہ کیواسطے مسجد جامع محل جماعت ہے پس جیسا کہ درصورت ترک جماعت فی مسجد محلہ تکرار جماعۃ فی مسجد محلہ مکروہ ہے علی ہذا درصورت فوت جمعہ فی مسجد جامع تکرار جمعہ فی مسجد جامع جائز نہین مکروہ ہے ہان اور مساجد محلہ مین سے جو کہ بمنزلہ بیوت محلہ نہین اگر کسی مسجد محلہ مین جمعہ ادا کیا جائے علے مذہب امام محمدؒ جائز ہے اس بیان اور تمثیل سے یہہ بھی ظاہر ہوگیا ہوگا کہ اداء جمعہ فی المسجد الجامع کیا کچہہ افضل ہے۔ مسجد جامع یا جس مسجد مین نماز جمعہ پڑھ لیا جائے چونکہ جماعت ثانیہ شرعا جماعت مسنونہ نہین بوجہہ فوت ہونے صحت شرط کے اعادہ جمعہ صحیح نہین بلکہ مکروہ ہے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

۲۸۔ دربارہ تعمیر مسجد از مال حرام

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ایک جگہ ایک مسجد شکستہ ہے اور کوئی شخص ایسا نہین ہے کہ اوسکا تکفل ہوکر اوسکا بندوبست تعمیر کا کرے پس سب لوگ اہل بستی نے یہہ مشورہ کیا کہ اپنے اپنے حیثیت کے موافق ہر شخص چندہ دیوے مگر وہ لوگ سابق مین چوریان کرتے تھے اور

شہادت کاذبہ پر حریص اور جو کچھہ اسوقت جائداد یا سامان انکے پاس ہے اوسی روپیہ مغصوبہ یا اجرت شہادت کاذبہ کاثمرہ ہے مگراب وہ لوگ تائب ہوگئے ہین اور نوکری وغیرہ کرتے ہین آیا اون لوگون کا روپیہ لیکر تعمیر مسجد مین صرف کیا جائے یا نہین نیز اسیطرح ایک شخص نوکری کرتا ہے اور کچھہ روپیہ سود پر دیا ہے اور اوس سودی روپیہ سے ایک شئی خریدی اب اوس شئی کی کمائی تعمیر مسجد مین لگائی جائے یا نہین اور وہ شخص یہہ بھی کہتا ہے کہ یہہ شئے مین نے اصل روپیہ مین لی ہے آیا اوسکا قول معتبر مانا جائے یا نہین

الجواب

چوری زناء وغیرہ مال حرام خالص ہے مسجد وغیرہ تعمیر کرنے یا اور مصارف خیر مین صرف کرنا شرعاً مستحق اجر نہ لائق قبول حدیث صحیح مین ارشاد ہے (انّ لا یقبل الصلوۃ بغیر طہور ولا الصدقۃ من غلول) یعنی نہ بغیر وضوء نماز اور نہ صدقہ وغیرہ مال حرام سے درست البتہ مناسب حال یون ہے گو یہ امید مقبولیت نہین مصارف خیر مین اپنے کی عادت رہے تاکہ آمدنی حلال کے وقت صرف فی سبیل اللہ ہو اور عادۃ بخل نہ پڑے۔ بالجملہ مال حرام سے مصارف نیک جائز نہین۔ اہل ملازمت کا نوکری کے روپیہ سے صرف کرنا اور اوس سودخوار کا اصل روپیہ صرف کرنا صحیح ہے اور تعمیر مسجد اوس روپیہ سے جائز۔ ہان خالص آمدنی مال حرام ہو یا غالب مال حرام ہو تو چاہے حلال مال ویسے قرض لیکر اور نیت یہہ رکھے کمائی وغیرہ کرکے حلال مال سے ادا کردونگا یہہ روپیہ قرض لیا ہوا نیز تعمیر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے تاہم وہ روپیہ جو تعمیر مسجد مین اسنے قرض لیکر دیا تھا اوس سے تعمیر مسجد درست ہوگی۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

۳۹۔ دربارہ تصرف غسلخانہ مسجد

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ایک مسجد کے غسلخانہ کو جو بیرون احاطہ مسجد ہے اپنا مدفن قرار دیا اور بجائے اوسکے دوسرا غسلخانہ اپنے حصے سے آراضی موقوفہ مین

بنادیا غسلخانہ قدیم متصل مسجد در مسجد ہے اور جدید غسلخانہ تخمیناً دس بارہ قدم کے فاصلہ پر ہے اور غسلخانہ قدیم اور سقادہ کا الحاق ایسا تھا کہ غسل اور وضو کو ایک ہی مکتفی ہوجاتا تہا۔ سقادہ کی ایک ایک ڈاٹ دونون طرف ہے۔ جدید غسلخانہ کیوجہ سے بغیر گھڑے کے کارروائی نہین ہوسکتی اور باعث تکلیف ہے پس ایسی حالت مین غسلخانہ قدیم منہدم کرنا جائز ہے یا نہین۔

الجواب

بعد الوقف ولزومہ خود واقف ومتولی کو وہ تصرفات جائز نہین ہوتے جو علے خلاف شرائط الوقف ہون یا علے خلاف مصلحت الوقف ہون شخص غیر کو کیونکر جائز ہوگا کہ آراضی موقوفہ و آراضی متعلقہ مسجد کو اپنی کسی حاجت کے لئے معین کرے اور وہ بھی اس حالت مین کہ نہ مصلحت مسجد موافق ہو اور نہ اہل محلہ اوسپر راضی چنانچہ طرز سوال سے واضح ہے کہ اہل محلہ و مصلیان مسجد کو یہہ تصرف اوسکا باعث تکلیف ہے اسی بناء نوبت استفتاء پہنچی باالجملہ یہہ تصرف زید کا ناجائز ہے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

۴۰۔ دربارہ سامان مسجد بہ مسجد آخر

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ اگر مسجد کے اوپر اور ایک درجہ بنا ہوا ہے اوسکو کسی خوف کی بناپر اتروادین یا فصیل کو علیحدہ کردیا جائے تو اس صورۃ مین اسمین سے جو اینٹین وغیرہ نکلی ہین اونکو کسی دوسرے مصرف خیر صرف کرسکتے ہین یا نہین۔

الجواب

جہان تک ہوسکے حوائج مسجد مین صرف کیا جائے اور جس مکان کو منہدم کیا ہے اوسکو ازسرنو تعمیر کیا جائے اور بصورت استغنا اوس مسجد کے نقل اوسکا دوسری مسجد کیطرف بھی جائز ہے نیز اگر کچھ معاوضہ لے لیا جائے تو بہتر ہے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

۴۱۔ دربارہ ذبیحہ نذر غیر اللہ

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ جبکہ مفسرین نے تفسیر آیت (ما احل بغیر اللہ) مین قید عند الذبح کا اعتبار فرمائی تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جانور کو جو منذور غیر اللہ ہے بوقت ذبح صرف نام خدا لیکر ذبح کرلے اور نذر بغیر اللہ کی نیت باقی رہے اور حلال لغیر اللہ بوقت ذبح نکیا جائے تو کیا وہ ذبیحہ درست ہوگا اور کھانا اوسکا حلال اور جائز ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی کچھ قول صاحب تفسیر احمدی سے معلوم ہوتا ہے حالانکہ قول فقہاء اور علماء بالکلیۃ اسکے خلاف ہے پس تطبیق کی کیا صورت ہے۔

الجواب

جو ذبیحہ منذور غیر اللہ ہو اور تادم ذبح نذر غیر اللہ باقی رہے اور صرف عادتا بسم اللہ کہکر ذبح کیا جائے بے شک وہ ذبیحہ مثل اوس ذبیحہ کے ہے جو منذور غیر اللہ ہو اور نیز نام غیر اللہ پر ذبح کیا جاوے درست و جائز نہین اور کھانا اوسکا بحکم نص حرام ہے۔ باقی رہا شبہ قول مفسرین جواب اسکا یہہ ہے کہ حقیقتہ مین یہہ قول اور یہہ قید کسیطرح منافی قول اور مذہب فقہاء کے نہین۔ تفصیل اسکی یہہ ہے کہ اس قید کے دو اعتبار ہین یا یہہ قید واقعی ہے یا احترازی درصورت واقعی ہونے قید ہذا کے معنے آیت شریفہ کے یہہ ہین کہ حقیقتہ مین یہہ آیۃ بحق مشرکین عرب نازل ہے اور چونکہ اونکا یہہ حال تہا کہ جو چیز جسکی نذر ہوا کرتی تھی اسکے نام سے ذبح کیا کرتے تھے یعنی منذور اللہ کو بنام اللہ اور منذور غیر اللہ کو بنام عینہ پس مفسرین نے ان کے حال کے موافق اسی قید واقعی کا اظہار کردیا اور صورت مسئولہ سے کچھہ تعرض نہین ہان صورت مسئولہ بھی حکم آیۃ مطلقہ مین داخل ہے اور حالت قید بطور علت مشترکہ کہ اس جگہ عبارت نذر غیر اللہ سے ہے حکم حرمت مین شامل ہے اور بوقت قید احترازی یہ معنی ہونگے کہ جو چیز واسطے غیر اللہ بوقت ذبح حلال کیجائے ایسا ذبیحہ حرام ہے اور جائز نہین یعنی اگر ہنگام ذبح وہ حلال سابق کہ واسطے غیر اللہ کے تھا مبدل نہو اور ہنوز نیت غیر اللہ تادم ذبح باقی رہے (جیسا کہ مسئولہ صورت) ایسا ذبیحہ ہرگز جائز نہین اور اگر بوقت ذبح وہ

نیت باقی نر ہے بلکہ نیت کرنے والا تائب ہوکر اپنی نیت سابقہ سے باز رہے اور نیت غیر اللہ کی بہ نیت نذر اللہ مبدل کردے بے شبہ وہ ذبیحہ درست اور صحیح ہے اور اوسکے کھانے مین کچھ کلام نہین۔

غرض دونون صورتوں مین صورت مسئولہ کی حرمت مین کچھ کلام نہین اور قول مفسرین بہمہ جہت موافق قول فقہا کے ہے اور صاحب تفسیر احمدی کے قول کی بھی یہی تاویل ہے اگر ہو سکے بہتر ورنہ نسیان مین ہوا اور نسیان ممکن ہے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

۴۲۔ دربارہ نذر چندہ بہ تعین مسجد خاص

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین ایک شخص نے نذر کی کہ فلان وقت اس مسجد مین اسقدر چندہ دونگا مگر جب اوس چندہ دینے کا وقت آیا تب اوس مسجد کو کچھ ضرورت باقی نہین رہی اب یہہ نذر کرنے والا دوسری مسجد یا کنوین یا کسی مدرسہ یا کسی دوسرے کار خیر مین اوسکو خرچ کرسکتا ہے یا نہین۔

الجواب

صورۃ مستفسرہ مین صرف اوس مقدار روپیہ کا دوسری مسجد بلکہ ہر مصرف خیر مین جائز ہے جو نذر کے متعلق باشرط نہ ہو اگر چہ اوسمین کوئی تعین زمان یا مکان وغیرہ ماخوذ کیا جائے معین نہین ہوتے مطلق ہی رہتے ہین اور بوجہ اطلاق اس کا علے خلاف تعین الناذر صرف کرنا صحیح ہے فی الدر المختار (والنذر من اعتکاف او حج او صلوۃ او صیام وغیرہا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرھم فلو نذر التصدق یوم الجمعۃ بمکۃ بھذا الدرھم علے فلان فخالف جاز) وفی الفتاوی الشامیہ (انما جاز لان الداخل تحت النذر ما ھو قربۃ وھو اصل التصدق دون التعین فبطل التعین) بالجملہ چونکہ مقصود ایسے نذر مین تقرب اللہ ہے لہذا ہر مصرف خیر مین صرف جائز ہے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

۴۳۔ دربارہ زوجہ مجنون یا مجذوم

اگر کوئی شخص مجنون ہو جائے اور کوئی صورت صحت وتندرستی کی نہو یا کوئی مرض جذام مین مبتلا ہو گیا اور دن بدن ترقی ہے اور زوجہ مجنون وزوجہ مجذوم کو کسیطرح کا عیش وآرام نہین ایسی صورۃ مین زوجہ مجنون یا زوجہ مجذوم صبر کرے اور نفس کشی کرے یا دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہین۔

الجواب

مجنون شرعا مرفوع العلم ہے کسی حکم شرعی کا وہ مورد نہین حدیث صحیح مین وارد ہے (رفع القلم عن ثلثۃ عن الصبی حتے مدرک وعن المجنون حتے یعقل وعن النائم حتے استیقظ) مجنون اگر طلاق دے واقع نہین ہوتی فقہا کے نزدیک یہہ مسئلہ اتفاقیہ ہے کسیکو اسمین اختلاف نہین پس مجنون کی بیوی کسیطرح علیحدہ نہین ہوسکتی صبر کرے اور اجر عظیم حاصل کرے۔ اور بعفت اور پاکدامنی کے ساتھ بسر کرے مستحق ثواب عظیم ہوگی۔ جذام مین جو شخص مبتلا ہے اوسکو چاہیئے طلاق دیکر اوس مسکین غریب کو علیحدہ کردے اگر وہ طلاق نہ لے عدالت سے چارہ جوئی کرے یا اوسکو معافی مہر اور کچھہ دیکر طلاق لیجائے۔ واللہ علم بالصواب

۴۴۔ دربارہ ملبہ مسجد

کیا فرماتے ہین علماء دین اس صورۃ مین کہ اگر مسجد کے اوپر ایک درجہ بنا ہوا ہے اوسکو کسی خوف کی بنا پر اتروا دیا جائے یا فصیل کو علیحدہ کردیا جائے تو اس صورۃ مین اوسمین سے جو اینٹین وغیرہ نکلی ہین اوسکو کسی دوسری مسجد یا دیگر مصرف خیر مین صرف کرسکتے ہین یا نہین۔

الجواب

جہان تک ہوسکے حوائج مسجد مین صرف کیا جائے اور جس مکان کو منہدم کیا ہے اوسکو از سر نو تعمیر کیا جائے اور بصورۃ استغناء اوس مسجد کے نقل واسکا دوسری مسجد کیطرف جائز ہے والمسئلۃ مذکورۃ فی کتب الفقہ لا حاجت التصریح۔ نیز اگر کچھ معاوضہ لے لیا جائے تو بہتر ہے۔ واللہ علم بالصواب

۴۵۔ دربارہ وتر جماعت بغیر شرکت نماز عشاء

ایک شخص نے فرض عشاء و جماعت سے ادا نہین کیے اور تراویح جماعت سے پڑھی ایسے شخص وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے یا نہین۔

الجواب

جماعت وتر بلحاظ مشروعیہ الجماعۃ فی التراویح ہے نہ تابع جماعت فرض گو اس مسئلہ مین علماء کو اختلاف ہے مگر فی الصورۃ المستفسرہ وتر باالجماعت صحیح اور یہہ ہی قول راجح ہے اگر امام مع القوم فرض کو باالجماعت نہ ادا کرین تو جماعت وتر و جماعت تراویح دونون خالی از کراہتہ نہین میرے نزدیک قول فقہا سے یہہ ہی مراد ہے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

۴۶۔ مطلب حدیث نوری من نور اللہ

مجیب نے جو اصل جواب تحریر فرمایا ہے اور دیگر حضرات علماء نے اسکی تصحیح فرمائی ہے مجھ بندہ نحیف کو ان سب سے اتفاق ہے ماشااللہ سب صحیح ہے۔ بے شک اضافۃ الشئی الے الشئی نہ عنیۃ کو مقتضی نہ جزئیۃ کو بلکہ فیما بین مضاف و مضاف الیہ مغایرہ ضرور اور اضافت الشئی الے نفسہ محال پس مضاف کا عین مضاف الیہ ہونا کیونکر صحیح ضرور باطل۔ رہا احتمال جزئیۃ سو مدار اضافت جزئیۃ پر نہین بلکہ اضافت لادنی مد دبستہ ہوسکتی ہے۔ علی ہذا لفظ (من) کو یہہ لازم نہین کہ تبعیضہ ہو اور جزئیت پر دلالت کرے پس لفظ من نور اللہ سے بہ تدلیل اضافت نور کو عین اللہ جاننا یا لفظ من کو دال علے الجزئیۃ قرار دینا دونون غلط ہین وہ باری عزاسمہ و جل شانہ نہ کسی شئے کا جزء نہ خود کسی شئی سے مرکب۔ کتب عقاید و کلام مین یہہ مسئلہ صراحت موجود اور عند اہل عقل قاضی مبارک۔ بحرالعلوم مولانا عبدالعلی۔ ملاحسن نیز قول ماتن (لا یحل ولا یتصور) کی شرح ملاحظہ فرمائین۔ باالجملہ یہہ واہمہ جزئیت و عینیۃ بالکل غلط ہین اور نصوص شرعیہ اور عقائد حقہ کے بہمہ جہت خلاف (کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا) کیونکہ صحیح ہو پہلا فقرہ جو خود مقتضی نے نقل

فرمایا ہے اور کوئی حد ذاتہا وہ غلط ہے اور کسی روایۃ صحیح مین الفاظ وفقرہ اولے بعینا ثابت نہین مگر بہرحال از جملہ مسلّمات خصم ہین اوس فقرہ اولے مین یہہ ہی لفظ (من) موجود ہے اور علاہذا اضافتہ نور الے حضرت القدس یا الے ذات النبی الکریم صلعم تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ تمامی مخلوقات ساتہہ ولوکان کذا وکذا جزء نبی کریم ہے یا کل کو حضور کی ذات اقدس علاقہ عینیت ہے نہین نہین ہرگز نہین حاشا ثم حاشا

پس جیسا کہ عند السائل فقرہ اولے مین من تعلیلہ ہے اور اس معنے کو مفید کہ تمامی کائنات کا وجود اوس خالق برتر نے بوساطت وجود محمدی کے مخلوق فرمایا ہے اور تشریفا واکراما اضافت النور الے حضرات شریف بہ دلالۃ کون حضرت العالیہ واسطاً فی الخلق اور جیسا کہ حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ السلام کو اکراما روح اللہ اور کعبہ کو تعظیما بیت اللہ کہا گیا علی ہذا نور محمدی کو نور اللہ اور نور محمدی کو اوس خالق برتر نے چونکہ بلا واسطہ کسی مخلوق کے صرف اپنی قدرۃ کاملہ سے مخلوق فرمایا ہے نہ مثل دیگر کائنات۔ اوسکی مخلوقیتہ مین خود وجود محمدی کو واسطہ فی الخلق ہونیکی عزت دی یہہ ہی وجہ ہے کہ آپ کے نور کی اضافت خاص اپنی ذات جلّت عظمتہ وتعالے شانہ کیطرف فرمائی اور لکون ذاتہ الشریفہ واسطہ فی الخلق نور خلائق کی اضافت الے حضرت الاقدس ہوئی۔ دوسری روایہ مین دیکھیئے ملائکہ مقربین کا مخلوق مین النور ہونا مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ نور سے نور اللہ مراد تو کیا ملائکہ کو جزء باری تعالے کہہ سکتے ہین نہ انکو عین اللہ قرار دے سکتے ہین (تعالے شانہ وجلت عظمتہ عن ذالک کلہٖ) اصل یہہ ہے کہ خود باری عزوجل واجب الوجود اور تمامی مخلوقات کا وجود اوسی احدیۃ الذات والصفات سے مستفاد وہی وحدہ لاشریک لہ مبدأ لکل اور تمامی مخلوقات ہمہ جہت اسکے محتاج وہ سب کا خالق اور سب اوسکے ظل عنایت سے مخلوق وجود اور جیسا کے عالم خلق مین ایک ذات آفتاب کے ساتہہ اصالت نور قائم بلکہ خود آفتاب عین نور اور وہی نور آفتاب اپنے مرتبہ انبساط مین جملہ قطعات ارض تمامی عالم مین جلوہ گر اصلی وحقیقی اور وہ جو ذات آفتاب کے ساتہہ قائم ہے اور دوسری اشیاء منورہ کا نور ولوکان نجما ولوکان قمراً نور اصلی کا ظل اور عکس اور اسکے جود وسخا

اور عطاء اور اسی کی جلوہ گری سے ہر شئے منور علی ہذا تمامی کائنات مین بلا تخصیص نبی و ولی وجود باری ونور باری جلوہ گر اور اوسکا ظل وعکس کا سب مین پرتو اور اون سب کا وجود ولو کان ملکا ولو کان نبیا وجود ظلی ہے اور اوس ایک واجب الوجود تعالے وتقدس خالق کل کا وجود اصلی اور اون سب کا مبداء اور باقی سب اپنے وجود مین اوسیکے درگاہ بے نیاز کے دریوزہ گر خود فرماتے ہین (اللہ نور السموات والارض) مگر ظاہر کہ ظل نہ عین اصل ہوتا ہے او نہ جزء اصل۔ آفتاب کا نور باوجود اس نورافشانی وعطاء شبانہ روزی کے نور بحال خود قایم۔ یہہ نہین کہ اوس کی کسی مرتبہ کو تجزی ہوتی ہو اور نور آفتاب خود ذات آفتاب سے منفصل ومنتقل ہوکر دوسری اشیاء مین گیا ہو نہین نہین بلکہ وہی ایک نور خود ذات آفتاب کے ساتہہ بالاصالت قایم ہے اور بحالت انبساط وبطور ظل وعکس دوسری اشیاء مین علی ہذا اصالتہ وحقیقتہ وجود تمامی کمالات وجود ذات باری کے ساتہہ قائم اور بغیر تجزی وبغیر نقل و حرکت رتبہ انبساط مین تمامی کائنات مین جلوہ گر۔ وجود حقیقی اور وجود اصلی ایک اور مرتبہ وجود ظلی مین البتہ تعدد۔ وجود اصلی بے نیاز محض اور وجود ظلی ہمہ حاجت۔ وجود اصلی غیر مخلوق اور سبکا خالق اور وجود ظلی مخلوق اور اوس خالق برتر سے مستفاد دونون متبائن فی الحقیقتہ ہین اور سواء اشتراک لفظی واسمی اون دونون مین کوئی علاقہ اتحاد نہین ایک کو دوسرے کے عین کہنا یا ایک کو دوسرے مادہ ترکیب قرار دینا دونون صریح غلط ہین بلکہ جب تصریحات حضرات صوفیاء رضوان اللہ تعالے فرماتے ہین (الاتحاد الحاد) کسی مخلوق کو ولو کان نبیا لوکان سید الانبیا المرسلین عین خدا یا عین خالق جاننا ضرور الحاد ہے البتہ یہہ ضرور بے شک ضرور کہ جناب ختمی مآب کو از جملہ بشر اعتقاد کہ اور سائر کائنات مین سب سے اعلے اور سب سے افضل جانین بے شک نہ آپ جیسا ہوا اور نہ ہو بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

۴۷۔ جواب دربارہ تراویح

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علے خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین امابعد بندہ نحیف ہیچ کارہ بلکہ ناکارہ سگ بزرگان خویش احقر الزمن احمد حسن غفرلہ۔ بخدمت سراپا عنایت جامع کمالات جناب مولوی قطب الدین صاحب بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے نامہ پہنچا ممنون فرمایا حیران ہون کیا جواب لکھون یہہ وہ مسئلہ ہے جس کی فقہاء وعلماء متقدمین ومتاخرین پوری تحقیق کر چکے ہین رئیس الاذکیا سند العلماء جناب مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ نے اس بارے میں جداگانہ رسالہ لکھا ہے اور عبدالحیٔ صاحب نے الگ۔ مین ناکارہ جسکو ہنوز مسائل ضرور یہ دین پر عبور میسر نہین کیا تازہ تحقیق کردن صلاح وتن خراب کبھی مگر چونکہ تعمیل ارشاد بزرگان نیز از جملہ ضروریات ہے ناچار کچھ نکچھ لکھتا ہون وار اصلاح اوسکی حوالہ فہم ثاقب۔ مولانا صاحب ان پڑھے جاہلون کا سمجھنا تا سہل مگر ہم جیسے پڑھے ہوئے جاہلون کا جنہون نے ایک دو کتابین عربی پڑھ کر قرآن وحدیث کا اردو فارسی ترجمہ دیکھ کر وعظ کہنا شروع کر دیا اور ہے کو بڑا عالم سمجھہ بیٹھے اونکا روبراہ کرنا سخت مشکل انکو اظہار علم واظہار فضیلت کی ضرورت سے نئے نئے مسئلے ایجاد کرنے ضرور اپنی نمائش کی بنا پر اختلاف پیدا کر کے دس پانچ معتقد بنانے ضرور۔

بہر حال بڑون پر طعن کرنا چھوٹون پر صحابہ کی شان اعلے وارفع مین گستاخی لازم آوے یا مجتہدین کی اونکو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانی لابدی ہے۔

اب فرمایئے جب اصل مقصود ہی فوت ہوتا ہو اور اپنی نمائش کو بٹہ لگے تو پھر کسی کے سمجھائے سمجھین تو کیون سمجھین اور مانین تو کیون مانین۔ اور وہ بھی اس حالت مین کہ مجھ جیسا سمجھانے والا ناچیز ہو وہ کب سنتے ہین میری کہانی۔ ناچار دل رکتا ہے اور تحریر جواب سے ہاتھ کوتاہ۔ مگر بامید انصاف جناب سامی بحکم خیر الکلام ماقل ودل کچھ تھوڑا سا مضمون کہکر آپکی سمع خراشی کرتا ہون اگر پسند خاطر ہوز ہے نصیب ورنہ چاک کر کر طعمہ آتش فرمایئے اور بوجہ کم استعدادی بندہ نحیف کو معذور کہیے۔

مولانا جس حدیث کی بنا پر تراویح کی بیس ہونے سے انکار کیا فرمایا جارہا ہے اور خم ٹھوک کر آٹھ ہونے تراویح پر اصرار ہے وہ حدیث ہے جس کو صلوۃ تہجد کے بارے مین حضرت عائشہؓ سے برید بن رضان نے روایت کیا ہے جس کے غالبا الفاظ یہ ہین (عن عائشہ قالت ما کان رسول اللہ ﷺ یزید فی رمضان ولا فی غیر علے احدی عشرہ رکعۃ) سبحان اللہ یہہ استدلال بقول شخصے لڑتے ہین اور ہاتہہ مین تلوار بھی نہین۔ اس حدیث سے تراویح کا آٹھ ثابت کرنا ٹھیک نہین حضرت اس حدیث کو تراویح سے کیا تعلق۔ تراویح وہ نماز ہے جسکا ادا کرنا رمضان کے ساتھ مخصوص ہے غیر رمضان سے اوسکو کوئی تعلق نہین حدیث مذکور مین اوس نماز کا بیان ہے جو رمضان اور غیر رمضان ہر حال مین ادا کیجائے یعنی تہجد نہ صلوۃ تراویح۔ پس اس حدیث سے اگر آٹھ رکعت ہونا ثابت ہوتا ہے تو صلوۃ تہجد کا نہ صلوۃ تراویح کا۔ اب فرمایئے تراویح کی آٹھ رکعت ہونے پر کیا دلیل۔ لہذا یہہ استدلال اسپر موقوف ہے کہ فقط کان اپنے مدخول کے وجود دائمی کو مقتضی ہوتب کہہ سکتے ہین کہ اس روایت سے دائما حضور سرور عالم ﷺ آٹھ رکعت پڑھنا روایت ہے پھر عدد بست کی صحت کی کیا صورت۔ حالانکہ محقق یون کہ لفظ کان واسطے اپنے مدخول کے دوام پر دلالت نہین کرتا چنانچہ مسلم الثبوت وغیرہ کتب اصول مین یہہ مسئلہ مسلم ہے علاوہ برین شہادۃ روایات صحیحہ کان اپنے مدخول کا وجود اکثری بھی نہین چاہتا چہ جائیکہ وجود دائمی۔ مسلم شریف وغیرہ مین خود حضرت عائشہ سے مروی ہے (کنتُ افعلُ فلا یزیدُ بہ رسول اللہ ﷺ) یہہ واقعہ ایک دفعہ سے زیادہ ثابت نہین نیز حضرت عائشہ کنتُ اطیب رسول اللہ ﷺ قبلَ اَن یَطوفَ بعد صحت حضرت عائشہ حضور سرور عالم ﷺ نے صرف ایک ہی حج ادا فرمایا ہے یعنی حجۃ الوداع پس ثابت ہوا کہ لفظ کان اپنے مدخول کی تکرار وجود کو نیز مقتضی نہین دوام کیسا۔ اسی بنا پر امام نووی (فی شرح المسلم فی باب صلوۃ اللیل واعداد رکعات النبی ﷺ تحریر فرماتے ہین۔ قد قالت عائشہ کنا اطیب رسول ﷺ

قبل ان یطوف و معلوم انہ واحد ﷺ لم یحج بعد ان حجۃ عائشہؓ ور حجۃ واحد وھی حجۃ الوادع۔

فاستعملت کان فی مرۃ واحدۃ۔ مع ہذا بر بناء دلالت کان علی الاعداد یہہ روایت مذکورہ

اگر عدد بست کے معارض ہے اور اوسکی نفی پر دال تو صلوۃ اللیل کی تیرہ رکعت ہوتی یا نو یا سات یا پانچ رکعت ہونیکی نیز معارض ہوگی اور ان اعداد کی نفی پر نیز دلالت کریگی۔ امام بخاری خود حضرت عائشہ سے نقل کرتے ہیں قالت کان رسول ﷺ یصلی باللیل ثلث عشرۃ رکعۃ اذا اسمع النداء بالصبح رکعتین۔ نیز حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں (ثم یصلی انہا قالت ان النبی ﷺ کان یوتر بخمس ولا یجلس الا فی آخرہ) دوسری روایت حضرت عائشہ سے یون منقول فرماتے ہین (قالت کان رسول اللہ ﷺ یصلی من اللیل بسبع رکعات حضرت اُم سلمہ سے نقل کرتے ہین (قالت کان رسول اللہ ﷺ یوتر بخمس وسبع) پس وجود کان جیسا کہ ان روایات مذکورہ کو معارض نہین اور نہ ان اعداد سیزدہ وغیرہ کے نفی پر دال علے ہذا روایات حضرت عائشہ بروایت بست کے معارض ہے۔ اور یہہ عدد بست کی نفی پر دال ہے پس جس طور پر ان روایات کو جمع کیا جاتا ہے مثلا یون کہ صلوۃ اللیل کی آٹہہ رکعت سے وقوع اکثری ہوا اور تیرہ رکعت یا نو یا سات یا پانچ کا پڑہنا کبہ دیا گیا علی ہذا کہہ سکتے ہین کہ یہان پر یہہ صورۃ جمع ممکن ہے کہ کان اپنے مدخول کے نہ دوام کو چاہے نہ وجود اکثری کو مقتضی پس ممکن ہے کہ آپ نے تراویح بیس رکعت اکثر پڑہا ہو اور آٹھ رکعت علے سبیل الاتفاق آپ نے بر بناء شفقت علی الامۃ عدد بست پر التزام نہین فرمایا اور گاہ گاہ آٹہہ یا اس سے کم وبیش نیز ادا فرمایا۔ التزام علے العشرین بعد زمان حضرت سرور عالم ﷺ زمانہ صحابہ سے مرتبہ وجود مین آیا جیسا کہ جماعت تراویح کہ یہہ التزام اداء تراویح بالجماعت خود آپ نے شفقت علے الامۃ نہین فرمایا بلکہ گاہے باوجود حضور جماعت اور باوجود اطلاع آرام گاہ سے باہر مسجد مین تشریف نہین لائے اور بغیر جماعت مین نماز ادا کی اور بوجہ عدم تشریف آوری یہہ ارشاد فرمایا (خشیت ان یفرض علیکم)

بالجملہ لفظ کان دوام پر دلالت نہین کرتا پس روایت عائشہ نہ روایت بست کے معارض نہ اوسکے نفی پر دال نیز لفظ کان کو اگر دلالت علے الدوام ہو اور مانا جاے کہ لفظ کان اپنے مدخول کے وجود دائمی کو مقتضی ہے تو چونکہ صرف نفی یعنی (ما) نافیہ خود (کان) پر داخل ہے پس بحکم مطابقی یہہ

روایت عدم دوام زیادہ علے اورعشرین دلالت کریگی نہ دوام عدم زیادہ پر۔

رہا ثبوت بست رکعت کا تراویح کا سو اولاً وہ محتاج ثبوت نہین توارث امۃ علے العشرین اوسکے ثبوت کیلئے کافی دلیل ہے بالخصوص یہہ توارث کہ قرون ثلثہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین مین مشہود لہا بالخیر من زمانہ خلافت عمری سے آج تک انہی رکعات عشرین پر توارث عمل رہا ہے۔ارشاد نبوی ہے (ماراہ المؤمنین حسنا فھو حسن) اور آیت (ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لھم) اس توارث کی عملی دلیل کافی ہوتی ہے اور عمدہ شاہد علی ہذا توارث عملی خواہ زمانہ نبوت کا ہو اور خواہ زمانہ خلافت خود اقسام حدیث سے ہے اس حالت مین وہ حدیث جسمین تراویح کی بیس رکعت ہونیکی تصریح ہے اگرچہ ضعیف ہے مگر اس توارث امتہ کے لیے عمدہ دلیل اور یہہ توارث اوسکے ضعف کے لیے کافی۔لاریب حضرت جیسے خلیفہ ارشد کا جنکی نسبت یون ارشاد ہے (الحق ینطق علے لسان عمر) کہین یون (لوکان بعدی نبیا لکان عمر) کہین یون ہدایت (اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر وعمر) اور کہین یون وارد (اَن وَضَعَ الحقّ علے لسان عمر) اس عدد عشرین پر التزام فرمانا کافی ہے۔اور گروہ صحابہ کا جنکی نسبت عام ارشاد ہے (اصحابی کالنجوم بایہم اقتدا تم اِہتَدَیتُم) اوسکو بلا فکر تسلیم کرتا ہے چنانچہ امام مالک تحریر فرماتے ہین (واستقر الامتہ علے ذالک علے العشرین فی خلافت عمر) خلیفہ ثالث حضرت سیدنا عثمان وحضرت سیدنا علی المرتضی خلیفہ رابعؓ کا اپنے زمانہ خلافت مین موافق اوسی استقراء خلافت عمری کے عشرین رکعات تراویح کاربند ہونا جیسا کہ معنی شرح موطا سے بحوالہ بیہقی ثابت ہے باد صحیح (اَنّہم یقولُون فی عہدِ عمر العشرین رکعت وفی عہد عثمان وعلی مثلہ ان ہرسہ خلافت راشدہ مین جم غفیر صحابہ کا اس پر اتفاق کے ساتھ عمل فرمانا واضح دلالت کرتا ہے کہ اگر حضور سرور کائنات ﷺ فی شفقت علے الامتہ گاہ بگاہ دوسرا عدد مثلاً آٹھ وغیرہ کا اختیار فرمایا مگر اصلی سنتہ نبی کریم ﷺ یہہ اور حضرات خلفاء راشدین وتمامی گروہ صحابہ یون ہی دیکھتے وسنتے تھے کہ آپ اکثر اوقات تراویح کو عشرین رکعات کے ساتھہ ادا فرمایا کرتے تھے اسی بنا پر حضرات صحابہ نے اس عدد بست کو بلاتردد تسلیم فرمایا ورنہ اگر یون کہا جائے کہ سنت آٹھہ رکعتہ

ہین اور بیس رکعت تراویح پڑھنا بدعت ہے تو خلفائے ثلثہ اور گروہ صحابہ سبکو بدعتی کہنا لازم آئے گا پس اگر حضرت بدعت اسی کو کہتے ہین کہ خلفاء راشدین یا گروہ صحابہ جسپر عمل فرماوین اور زمانہ خلافت یا قرون ثلثہ مین جوامر پایا جاے اور اوسپر زمانہ صحابہ سے آج تک جملہ ائمہ دین ومجتہدین امتہ اور تمامی علماء وفقہا کا توارث عملی ہو تو حضرت کا ہے کو بست رکعات تراویح کی بدعت کہتے ہین کیون تامل اور اپنے بدعتی ہونے سے کیون انکار جناب نبی کریم ﷺ نے (علیکم بسُنّتی وسُنّتِ الخلفا الراشدین من بعدی) فرما کر سنت خلفا پر التزام کرنیکی طرف کیسی نیک ہدایت فرمائی اور سنتی اور سنت الخلفا من بعدی کو ایک علیکم کے تحت مین داخل فرمایا۔ کیسا نیک اشارہ کیا کہ میری سنتہ وسنتہ خلفاء راشدین دونون ایک ہین اور ایک طور دونون پر التزام رکہو۔ عملا واعتقادا باہم کچہہ فرق نہین کہ آپکا ان تاکیدات بلیغہ کے ساتھ یون ارشاد اور ناخلفان امت کا یہہ طور کہ سنت الخلفاء کو از جملہ بدعات سمجہین اعاذنا اللہ تعالے وسائر المسلمین من شرور جہلہم۔ مولانا توارث عمل امتہ سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت ایسا قطعی ہے جیسا فرض ظہر وعصر وعشا چار رکعت ہونا وفرض مغرب کا تین اور فرض صبح کا دو ایسی دلیل محکم توارث عملی سے ثابت پایا جاتا ہے ورنہ فرمایئے کہ فریضہ کی اعداد تصریح کون سی آیت یا کس حدیث صحیح مین واقع ہے۔ اب بھی اگر حدیث ہی چاہیے تو حدیث صحیح علیکم بسُنّتی وسُنّتِ الخلفا الراشدین من بعدی عضوعلیہا بالنواجہ) جسمین لفظ علیکم وجوب عمل پر دلالت کرتا ہے اور عضوعلیہا بالنواجہ اوس وجوب عمل کی تاکید بلیغ کیا اسبارہ مین دلیل کافی نہین ہے اور وہ حدیث جسمین عدد بست کی تصریح کی ہے کیا اب بھی بعد ضعف اس دعوے کے لئے حجتہ بالغہ نہین۔ نیز ضعیف ہونا اوس روایت کا جب قادح ہوتا ہے کہ دوسری روایت قوی موجود ہوتی تراویحکی آٹھ رکعت ہونے پر کوئی روایت ضعیفہ تک موجود نہیں۔ تہجد کی نماز کا آٹھ رکعت ہونا روایت حضرت عائشہ مذکورہ سے البتہ ثابت ہے۔ باین ہمہ روایت بست پر کیا جرح اور کیون اوسکے مدلول سے انکار۔ اگر فرماؤ امام ابن ہمام نے آٹھ کو سنت لکھکر زائد کی نسبت یون تحریر فرمایا ہے وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام (علیکم بسُنّتی وسُنّتِ الخلفاء الراشدین من بعدی ندب الی سُنّتھم) پس

ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک یہہ عدد بست جو زائد علے الثمانیہ ہے مستحب ہے۔

مین کہتا ہون کہ روایت عائشہ اور ہم تو ارث عملی گروہ صحابہ و خلفا الراشدین و تمامی ائمہ کو عدد عشرین پر حجتہ الدین اور حدیث صحیح علیکم سُنّتی الخ کو اپنے دعوے پر دلیل پیش کرین بلکہ خود اس حدیث کو جسمین عدد بست کی تصریح ہے بجواب اسکے قول ابن ہمام کو معارض لادین مع ہذا قول ابن ہمام سے کیونکر مستحب ہونا عدد زائد ثابت سمجھا اور کس بھروسہ اوسکو معارض۔ یہہ عدد عشرین قرار دیا۔ حضرت من اگر یون عبارت ہوتی والزائد مذب ومنذوب۔ البتہ آپ کا دعوے ثابت ہوتا۔ ابن ہمام سنت الی سنتہم فرماتے ہین مطلب یہہ ہے کہ ابن ہمام نے اسپر نظر فرما کر کہ زمانہ نبوت عدد عشرین پر التزام نہ تہا اور نہ کسی روایت صحیح سے عدد عشرین کا زمانہ نبوت مین ہونا ثابت روایت صحیح مذکورہ بالا سے جو بروایت حضرت عائشہ نقل ہے آٹہہ رکعت پر التزام اکثری ثابت ہوتا ہے پس امام ابن ہمام نے زمانہ نبوت و زمانہ خلافت کے فرق مرتبہ کیطرف لحاظ کر کے اول عدد بست کو سنت کہا اور پھر برین خیال کہ شاید اس قول سے دوسرے حضرات عدد عشرین کو سنتہ کا انکار سمجھ لین حدیث علیکم سُنّتی الی آخرہ کو دلیل لا کر تصریح کردی کہ یہہ حدیث خلفاء کی سنتہ کی طرف دعوۃ ہے پس سنتہ الخلفاء سنتہ سمجہنا ضرور اور سنت پر عمل کرنا لازم۔ بالجملہ عدد بست کو سنت کہنا نہ زمانہ نبوت ہے نہ یہہ کہ سنتہ الخلفاء کی اصل سنت سے انکار۔ نیز مطلب یہ ہے کہ باعتبار زمانہ نبوت آٹھ رکعت سنت ہے اور باعتبار زمانہ خلافت بیس۔ بالجملہ ابن ہمام کے قول مین لفظ ندب بمعنی نداء و بمعنی دعوۃ بلیغہ ہے نہ بمعنی مستحب۔

معنے یہہ ہین کہ نبی کریم ﷺ نے لفظ علیکم سُنّتی الی آخرہ فرما کر اعلے نداکیطرف دعوۃ بلیغہ فرماتے ہین کہ سنت خلفاء پر مثل سُنّتی عمل کرنا ضرور ہے قول ابن ہمام سے عود زائد علے الثمانیہ کا استحباب سمجھنا وہ حضرات جو الفاظ عربیہ کے ترجمہ پر قدرۃ نرکہتے ہون۔

اس تقریر سے انشاءاللہ تعالے واضح ثابت ہو گیا ہوگا کہ قول ابن ہمام سنتہ عشرین عین موافق ہے نہ معارض۔ بندہ نحیف بوجہ ضعف مرض لاحقہ جو ابتک باقی ہے زیادہ لکھنے سے قاصر ہے

اور نیز رجوع الے الکتاب کی قوت نہین جسقدر لکھا اکثر اوسمین اپنی یاد پر لکھا اگر اس سے زیادہ اس بارے مین تحقیق چاہتے ہون تو حضرت مولانا علیہ اور حضرت مولانا عبدالحی صاحب سے جو اس بارہ مین تحقیق کیساتہ رسالہ لکھا ہے ملاحظہ فرمائین۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب:

۴۸۔قامع البدعت در بارہ سماع

کیا فرماتے ہین علماء دین مسائل ذیل مین:۔

۱۔عرس کرنا مع مزامیر و روشنی کے اور مع اس امر کے کہ نوید کر کے اجتماع خلائق کہا جائے عندالشرع جائز ہے یا نہین۔

۲۔اکثر لوگ مشہور کرتے ہین وہ شاہ عبدالقادر جیلانی ؒ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی دعوت کی تھی اور اوس دعوت مین حسب فرمایش حضرت خواجہ صاحب راگ مع مزامیر کرایا تھا۔ یہہ روایت صحیح ہے یا نہین۔

۳۔حضرات چشتیہ کے نزدیک راگ سننا مع مزامیر کے اور عرس کرنا اور حال وقال کرنا درست ہے یا نہین۔

۴۔ایک پیر کے بعد دوسرے پیر کے بیعت کرنا جائز ہے یا نہین۔

۵۔بیعت کرنیکے کے لئے کس قسم کے پیر کی ضرورت ہے۔

۶۔والدین اگر بوجہہ ناقابل ہونے پیر کے اپنی اولاد صغار کو یا اولاد کبار کو بیعت ہونیسے منع فرمائین باوجود منع کرنیکے بیعت ہوجانا از روے شرع شریف درست ہے یا نہین

الجواب

باسمہ تعالے وتقدس عرس کرنا اگرچہ بغیر مزامیر وغیرہ کے ہو جائز نہین معلوم ہوتا اور بوجہہ تقید زمانہ خاص اور ہیئات خاصہ اور رسومات خاصہ کے داخل بدعت معلوم ہوتا ہے۔ ایصال ثواب باعتبار شرع شریف کے علی الاطلاق ثابت ہے کسیطرح کی تعینات اور خصوصیات کو ایصال

ثواب مین ہرگز مداخلت نہین اور ظاہر ہے کہ مقید کرنا مطلق شرعی کا مثل مطلق کر لینے مقصد دینی
کے بلا تفاوت بدعت ہے۔ مثلا جیسا کہ صوم وصلوۃ کو مقید باوقات اور ہیئات خاصہ اور شرائط
خاصہ مین ان قیودات سے خالی اور مبرا کرنا بدعت ہے علے ہذالقیاس جہاد کہ بزبان خیرت نشان
جناب ختمی مآب ﷺ علے سبیل الاتفاق خیر وجود مین آتے ہین ضمیمہ جہاد کرنا اور مامور بہا سمجھنا نیز
بدعت ہے دونون صورت بدعت ہونے مین ہم سنگ یک دیگر ہین۔ بلکہ بہ نظر غائر یون معلوم ہوتا
ہے کہ مقید مطلق بہ نسبت اطلاق مقید بالاولی بدعت ہے۔ مضمون احداث کہ مصداق بدعت ہے
جیسا کہ صورت اولین پایا جاتا ہے۔ صورۃ ثانی مین نہین پایا جاتا خود معلوم ہے کہ احداث وجود
مفعول کو چاہتا ہے نہ کہ عدم اوسکے کو اور ظاہر ہے کہ وجود مفعول درصورت تقید مطلق ہوتا ہے اطلاق
مقید مین وجود مفعول کہان ہان عدم تقید ہی بہ تمثال وجود ہے اسوجہ سے اطلاق مقید کو داخلی بدعت
کر سکتے ہین۔ باالجملہ عرس کرنا اگرچہ بغیر مزامیر وغیرہ درست نہین بلکہ منجملہ بدعات ہے اور
جناب سرور کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہین (مَن اَحدَثَ فی امرِ ناہذا مالیس منہ فہو مردود) یعنی
جو شخص پیدا کرے ہمارے اس دین مین وہ امر کہ داخل دین نہو وہ امر مردود ہے۔ ہرگز لائق
اخذ نہین۔ دوسری حدیث مین ارشاد ہے (کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار) یعنی ہر نئی بات
داخل گمراہی ہے اور جو بات داخل گمراہی ہو ٹھکانا اونکا دوزخ ہے یہہ دونون حدیثین احادیث صحیحہ
مین سے ہین پس جو امر کہ باعتبار شرع مطلق ہو مقید کرنا اوسکا ساتھہ کسی قید کے مناسب نہین۔
ایصال ثواب کو جو نیز مطلق شرعی ہے مطلق ہی رکھنا چاہیے۔ خاص کر لینا کسی زمانہ یا کسی قسم کے
کھانے کا واسطے ایصال ثواب جیسا کہ اعراس وغیرہ مین ہوتا ہرگز زیبا نہین بے شک بدعت ہے
چہ جائیکہ مع روشنی اور مزامیر کے کہ یہہ صورت تو بالاولے اشد ترین ممنوعات مین سے ہے نہ
باعتبار شریعت جائز ہے اور نہ باعتبار طریقت۔ باعتبار شریعت مطہرہ مزامیر تو یکطرف جو راگ کہ
بدون مزامیر ہو جسکو باعتبار اصطلاح شرع غناء کہتے ہین سواء عیدین و شادی وغیرہ کے علے
الاطلاق وہ بھی جائز نہین بلکہ داخل ممنوعات ہے چنانچہ عینی شرح بخاری مین یہہ عبارت موجود

ہے (اما الغناء فلا خلاف فی تحریمہ لانہ من اللہو واللعب المذموم بالاتفاق واما ما یسلم من المحرمات فیجوز القلیل منہ فی الاعراس والاعیاد وبشبہا ومذہب ابوحنیفہ تحریمہ) وبقول اہل العراق ومذاہب الشافعی کراہتہ ہوالمشہور من مذہب المالک یعنی سننا راگ کا بالاتفاق حرام ہے اسلئے کہ وہ منجملہ لہوولعب مذموم کے ہے لیکن جو راگ کہ خالی محرمات ہے (یعنی مزامیر وغیرہ) سے ہو اس قسم کا راگ تھوڑا سا تقریب نکاح وعیدین اور مثال ان کے جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ راگ کو حرام جانتے ہین اور ایسا ہی کچھ علماء اہل عراق بھی سمجھتے ہین۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی ہونا مشہور ہے امام مالکؒ سے بھی اور نیز صاحب عینی تحریر فرماتے ہین وقال مشائخنا مجرد الغناء والاستماع معصیۃ حتی (قالوا استماع القرآن بالحان معصیۃ والقاری والسامع آثمان) واستدلوا علیہ بقولہ تعالے (ومن الناس من یشتری لہو الحدیث وجاء فی تفسیر المراد بہ الغناء) یعنی کہا ہے بعض ہمارے مشائخ نے کہ فقط راگ سنا اوسکا مقصد ہے یہان تک کہ سننا قرآن کا ایسی خوش آوازی سے کہ بطور راگ ہو نیز معصیہ ہے اور قاری اور سامع دونون گناہ مین شامل ہین۔ اور اون لوگون نے استدلال کیا ہے آیت شریفہ (ومن الناس من یشتری الے آخرہ سے یعنی بعض آدمی وہ ہین کہ مول لیتے ہین اور باتون کو جو منجملہ لہوولعب ہین۔ اور اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ مراد اوس سے راگ ہے۔ اور جس کسی نے مجرد غنا کو مباح بھی کہا ہے بعد شروط معلومہ کے مباح کہا ہے بدون اون شروط کے وہ بھی جائز نہین کہتے بخلاف راگ مع مزامیر کہ ہو اوسمین حال وقال بھی کیا جائے جیسا کہ آجکل مروج ہے اور اوسکو منجملہ لوازمات طریقت جانتے ہین بالخصوص بعضے چشتیہ اس زمانے کے اوسکی نسبت صاحب مجمع البحار ایسا کچھ تحریر فرماتے ہین (وما احدث التصوف من السماع بالآلات فلا خلاف فی تحریمہ وقد غلب علے کثیرین ممن یشبہ الے الخیر وعموا عن تحریمہ حتی طہرت علے کثیر منہم افعال المجانین وزعموا ان تلک الامور من البر وتنزیہات الاحوال وہذا زندقہ) یعنی سماع مع مزامیر کے منجملہ مخترعات بعض اہل تصوف ہے بلاخلاف حرام ہے اور تحقیق غالب کہ یہہ حال اوپر اکثر اون لوگون کے کہ سمجھتے ہین لوگ اونکو اچھا لہذا انہی مین وہ لوگ اوسکی حرمتہ سے

واقف یہان تک کہ ظاہر ہوتے ہین اونپر افعال دیوانون کے سے بس وہ ناچتے ہین اوراس ناچنے کو منجملہ نیکی سمجھتے ہین حالانکہ یہہ سب کفراور زندقہ ہے۔ نیز ترمذی شریف خود رسول ﷺ نے ارشا فرمایا (اَنَّ رسول اللہ ﷺ قال فی الامتہ مسخ وخسف وقذف فقال رجل من المسلمین یارسول اللہ متی ذالک قال اذا ظہرت المغنیات والمعازف وشرب الخمر) یعنی رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اس امتہ مین خسف یعنی دہس جانا اور مسخ یعنی بگڑ جانے صورت کا اور قذف یعنی برسنا پتھرون کا نیز واقع ہوگا ایک مہمان شخص نے عرض کیا یارسول اللہ کب واقع ہونگے یہہ امور آپ نے فرمایا جس وقت گانے والی عورتین ظاہر ہونگی اور مزامیر کا رواج ہوگا اور لوگ شراب پینے لگین گے۔ بعض حدیثون مین یہہ بھی ارشاد ہے کہ ایسے وقت مین عذاب خداوندی اسطرح پے درپے نازل ہوگا جیسے لڑی پرونے کا دہاگہ ٹوٹ جاتا ہے اور اوسکے دانے پے بہ پے گرنے لگتے ہین اور نیز امام نسائی نے بروایت اوزاعی عمر بن یحیی سے روایت کیا ہے۔ قال کتب عمر بن عبدالعزیز الے عمر بن ولید کتابا فیہ وقسم ابیک لک الخمس کلہ وانما سہم ابیک کسہم اجل من المسلمین وفیہ حق اللہ وحق الرسول وذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل فما اکثر خصماء ابیک یوم القیامتہ فکیف ینجو من کثیرہ خصماء واظہار المعازف والمزامیر بدعتہ فی الاسلام ولقد ہمت ان البعث الیک من یجز جمتک جمتہ سوء) یعنی اوزاعی روایت کرتے ہین کہ عمر بن عبدالعزیز نے جو بڑے ارشد خلفاء داخل تابعین مین سے ہین خط لکہا عمر بن ولید کو اوسمین بہت سی باتون سے عمر بن ولید زجر وتوبیخ کی منجملہ یہ بھی کہا کہ تیرے باپ کو خمس حصہ دیا تجہکو ہرگز جائز نہین تیرے باپ کا حصہ خمس مین مثل حصہ اور مسلمانون کے تہا اور خمس بین اللہ کا حق اور اللہ کے رسول کا حق اور ذی القربی اور یتامی اور مساکین اور مسافرین کا یہہ سب اوسمین شریک ہین فقط تیرے باپ کا معرض حق نہین کہ تنہا تجہکو دیدینا جائز ہوتا پس خدا جانے کسقدر رہوگا قیامت کے دن جھگڑا کریں گے تیرے باپ سے اور اللہ اعلم کیونکر نجات ہوگی ایسے شخص کی جس نے غصب کیا ہو اور انکے حقوق اور مطالبہ کرین گے اپنے حق کا قیامتہ مین اور ظاہر کرنا مزامیر او معازف کو جو بدعت ہے اسلام مین اور کچہہ اصل نہین اوسکی باعتبار

شرع۔اور درمختار مین ہے (من یستحل الرقص قالو یکفر ولا سیما بالدف بلہو ومزامیر) یعنی جو رقص کو جائز جانے اونکو علماء نے کافر لکھا ہے خصوصا وہ رقص کرنے والا جو دف پر ناچے اور بانسری بجاوے اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتوی یہ ہے کہ مستحل رقص کافر ہے اسلئے کہ حرمۃ اوسکی بالاجماع ثابت ہے تو لازم آیا کہ اوسکا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحاوی نیز جناب ختمی مآب ارشاد فرماتے ہین (سیأتی قوم یحلون الحرام والخنزیر والمعازف) یعنی قریب ہے ایسا زمانہ جسمین لوگ زنا کو، ریشمین کپڑون اور مزامیر کو حلال سمجہین گے۔

شیطان نے متع کی آڑ مین زنا کو حلال کر ڈالا اور بعض امیر زنان خصلت نے لباس ریشمین کو حلال سمجہ لیا اور بعضے صوفیان جہال نے راگ ومزامیر وڈہولک وطنبورہ کو حلال کر ڈالا۔ اللہ اونکو اور ہمکو ہدایت کامل نصیب کرے اور اپنے دین قیم پر قائم کرے آمین۔

بالجملہ جو راگ مع مزامیر کے ہو باعتبار شرع شریف ہم بروے قرآن ہم بروے حدیث ہم بروے اقوال مجتہدین ودیگر اکابرین اللہ بے شبہ حرام ہے اور موجب تمام معصیت ہے جس محفل مین اس قسم کے امور تحریمہ شامل ہین جیسے محافل اعراس مروجہ اہل بدعت حرمت مین اوسکی کیا کلام۔غرض جو عرس کہ ان امور تحریمہ سے خالی ہو بوجہ تقلید زمانہ خاص اور ہیات خاصہ کے بدعت ہے ورنہ قطعی حرام۔اور دیگر بلا قید کسی زمانہ کے اور بلا تقلید کسی ہیئت کے اور بلا نوع وغیرہ صرف بطور اتفاق کسی طرح کا ایصال ثواب ہو مضائقہ نہین بلکہ منجملہ خیرات ہے۔ارباب طریقت بلکہ حضرات چشتیہ کے نزدیک بہی مزامیر بے شبہ حرام ہین چنانچہ سلطان الاولیا حضرت خواجہ نظام الدین چشتی" کی تصنیفات الفوائد الفواد مین بصراحت وایضاح اس مضمون کو لکہا ہے عبارت یہہ ہے (درمیان شخصے بیاید وحکایت جماعتے تقریر کرد کہ ہم اکنون درفلان موضع یاران شما جماعتے کردہ اند ومزامیر درمیان بود خواجہ ذکر اللہ بالخیر این نفی نہ پسندید فرمود کہ من منع کردہ ام کہ مزامیر ومحرمات درمیان نہ باشد ہر چہ کردہ اند نیکو نکردہ اند درین باب بسیار غلوئی فرمود تا غایتے گفت اگر امامے درنماز باشد وجماعتے درعقب او مقتدی دوران جماعت عورات ہم باشند پس اگر امام راسہوے

اقتدا ازان مردان کہ اقتدا کردہ باشند یکے بہ شیخ اعلام بدہند بگوید سبحان اللہ واگر زنانے برآن خطا واقع شود او امام راچگونہ بآ گاہند سبحان اللہ نہ گوید تا آواز بشنوید پس چہ کند دست بردست زند وکف دست سرکف دست نزند کہ بہونی ماند بل پشت دست برکف دست زند)

الغرض تا ابن غایۃ از ملاہی وامثال آن پرہنر آمدہ است پس درسماع بطریق اولے کہ ازین باب بناشریفی درمنع وشک چندین احتیاط آمدہ است درمنع مزامیر بطریق اولے وبعد ازان فرمود کہ اگر یکے از مقامی افتد بارے بہ شرع افتہ مبادا اگر از شرع بیرون افتہ پس چہ ماند)

دوسری جگہ پر ملفوظات مین مذکور ہے یکے از حاضرین گفت کہ یکے درین وقت حکم شدہ است کہ مخدوم را ہر وقت باید سماع بشنود او را حلال است خواجہ فرمود چیزے کہ حرام است بحکم کسے حلال نشود چیز یکے حلال است بحکم کسے حرام نہ شود آیدلم درمسئلہ مختلف مثلاً ہمین سماع امام شافعیؒ سماع را مباح می داند باوف بخلاف علماء ما اکنون درین اختلاف بر ہر چہ حکم کند ہمان باشد یکے از حاضرین گفت کہ ہمدرین روز ہا بعضے درویشان مستانہ وارد مجمعے کہ چنگ ورباب مزامیر بود رقص ہا کردہ اند خواجہ صاحب فرمود کہ نیکو نکردادند ہمہ نامشروع است وناپسندیدہ است بعدازان یکے گفت کہ طائفہ ازان مقام بیرون باایشان گفت کہ شما چہ کردید دران مجمع مزامیر بود شما چگونہ شنید ورقص کردید ایشان جواب دادند کہ اما چنان متفرق سماع بودہ ایم کہ ندانستہ ایم کہ درآن جا مزامیر است یا نہ خواجہ صاحب چون بشنید فرمود کہ این جواب ہم چیزے نیست۔

نوٹ: خلاصہ کلام یہہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے ان ملفوظات وارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے جن لوگون نے سماع سنا پسند نہین فرمایا بلکہ حضرت خواجہ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور سماع بامزامیر وہ بھی منع فرماتے ہین اور جائز نہین سمجھتے۔اس فارسی عبارت کا خلاصہ یہہ ہی ہے اور خواجہ صاحب کے حوالے سے استدلال صحیح نہین ہے۔

نیز روایت مشہورہ اہل بدعت بہ نسبت حضرت شیخ المشائخ عبدالقادر جیلانیؒ کہ اونہون نے حضرت خواجہ شیخ العلامہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کی دعوت کی اور حسب استدعا حضرت

خولجہ کے راگ مع مزامیر کے کرایا یہ استدلال سمجھنا بڑی غلطی کی بات ہے اولاً یہہ کہ یہہ روایت ہی سراسر غلط ہے اور بے اصل۔

بھلا جو امر کے باعتبار شریعت مطہرہ بالکل ناجائز ہو اور اہل فقہ اور اہل حدیث وتفسیر بالاتفاق اوسکو حرام کہتے ہین کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایسے حضرات کاملین التقوی خاصگان بارگاہ خداوندی مرتکب ایسے امر نامشروع اور ناجائز کے ہون صاحب اہل طریقت کے نزدیک ادنیٰ ادنیٰ مکروہ شرعی کہ ہم اور آپ اور دیگر عوام کالانعام کو کرنا اوسکا کسی نہ کسی درجہ مین جائز بھی ہو چھوڑنا اوسکا بہت منجملہ ضروریات ہے اور اپنے حق مین وہ لوگ اوسکو حرام ہی جانتے ہین اور جائز نہین سمجھتے علی ہذا القیاس ادنیٰ ادنیٰ مستحب شرعی کہ اورون کو ترک اوسکا کسی نہ کسی درجہ مین جائز نہین ہو اور عمل اوسکا ضرور نہین وہ لوگ عمل اوسکا بھی منجملہ ضروریات جانتے ہین اور ترک اس کا جائز نہین سمجھتے اسلئے مقصود اعظم اہل طریقت مقام رضا اور خوشنودی جناب باری عز اسمہ ہے اور وہ تاوقتیکہ ادنے ادنے مکروہات شرعی کو نہ چھوڑا جائے اور ادنے ادنے مستحب شرعی پر عمل نہ کیا جائے ظاہر ہے کہ پورا پورا اتباع سنت حاصل نہین ہوسکتا جبتک کہ جملہ امور پسندیدہ کے ساتھہ عمل نہ ہو اور جملہ امور ناپسندیدہ کو ترک نہ کرے پوری رضا خداوندی کیونکر حاصل ہوسکتی ہے بخلاف ہمارے اور آپ کے کہ فوز اعظم ہمارا اور آپ کا دخول فی الجنت اور نجات عن النار ہے عمل بالمکروہ سے رضاء خداوندی البتہ حاصل نہین ہوسکتی اسیوجہ سے ارباب طریقت یہ کہ مدعیان محبت خداوندی ہوتے ہین ترک مکروہ اور عمل مستحبات ضرور اور لازمی ہے اور ہمپر اور آپ پر چندان ضروری نہین چنانچہ مشہور ہے حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی جو باتین کہ عامہ خلقت کے حق مین حسنات ہون خاصگان بارگاہ خداوندی کے حق مین وہ ہی منجملہ سیات ہین اون لوگون کو وجہ قرب کامل کے خوف وخشیت خداوندی حد سے زیادہ غالب ہوتا ہے نہ مکروہ کرنیکی طاقت نہ مستحب چھوڑنیکی تاب بخلاف ہمارے اور تمہارے کہ درگاہ خداوندی سے کوسون دور ہین عظمت خداوندی سے کچھ خبر نہین بے کھٹ کے کہین مبتلا مکروہات ہو بیٹھتے ہین اور کہین تارک مستحبات غرضیکہ جب اہل طریقت

حق نیز مکروہ شرعی کا کرنا بھی جائز نہو ایسے ایسے کاملان طریقت سے ارتکاب اس امر حرام شرعی کا کیونکر ہوسکتا ہے۔ ہونہو یہ روایت ہی غلط ہے۔ صاحبان طریقت بہ نسبت اہل شریعت زیادہ تر پابند شریعت ہوتے ہین ہرگز ہرگز نہ وہ ایسا امر شنیع کر سکتے ہین اور نہ ایسے امر شنیع کی اونسے سرزد ہونیکی توقع ہوسکتی ہے۔

کامل الطریقت ہونا اونکا بلکہ داخل طریقت ہونا اونکا خود اول دلیل ہے کہ یہہ روایت سرے سے غلط اور بے اصل ہے۔ اہل بدعت نے صرف واسطے دفع طعن کے اپنی طرف سے گھڑلی ہے اور ایسے مقدسان طریقت کی نسبت ایک بہتان عظیم باندھا ہے اس قسم کی روایت سے سروپا قابل التفات نہین تاوقتیکہ سند قوی اور مستقل سے کوئی روایت ثابت نہ ہو ہرگز کاربند اوسکا نہو ناچاہیئے اور موضوع اور غلط ہی سمجھنا لازم ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ احادیث نبوی اور فقہ اور اصول اور جملہ مسائل دین اور احکام شریعت مین سند کامل کا کیسا کچھ لحاظ ہے تاوقتیکہ سند متصل نہ ہو اور راوی اوسکے ثقہ اور عادل اور کسی طرح سے مجروح اور مقدوح نہون کوئی روایت حدیث وغیرہ کی لائق قبول نہین فقط اتنی بات کہ یہہ حدیث حدیث رسول ہے اور یہ قول قول فقہا ہے کام نہین چلتا صحت روایت اور تفتیش حال رواۃ بھی ضروری ہے آخر اسی بناپر محدثین اکثر احادیث کو موضوع اور مجروح قرار دیتے ہین ظاہر ہے کہ اگر فقط انتساب حضرت رسالت مآب واسطے اخذ قبول حدیث کا کافی ہوتا اور دریافت حال رواۃ کی کچہہ ضرورت نہوتی ساری احادیث خواہ ضعیفہ وموضوع ہون خواہ غیر ضعیفہ وموضوعہ ضروری العمل ہوجاتین بلکہ بہ انجیل وتورات مروجہ یہود ونصاری نیز قابل اجتماع ہوتین۔

آخر وہ لوگ اونکو کلام خداوندی کر کے تعبیر کرتے ہین مگر باوجود انتساب توریت وانجیل غالب کلام خداوندی اور باوجود انتساب احادیث موضوعہ بجانب کلام نبوی ﷺ توریت وانجیل کا ہمارے حق مین نہ ہونا اور احادیث موضوعہ متروک العمل کا پڑھنا بجز اسکے کہ بوجہہ نقصان سند اور خرابی رواۃ کے نہ توریت نہ انجیل کا کلام خداوندی ہونا ثابت اور نہ اون احادیث کا کلام نبوی اسی

وجہ سے لائق اعتماد و قابل اسناد نہین ۔عیاذ ناالله

یہ تو ہو ہی نہین سکتا کہ کسی کلام کا کلام خداوندی یا کلام نبوی یا کلام نبوی ہونا یقینی اور باین ہمہ اوسکو چھوڑ دیا جاے اور متروک اور مردود ٹھہرایا جائے ۔ باالجملہ ہر روایت اور حکایت کے ثبوت کیلیئے سند کامل کی ضرورت ہے اور صحت روایت ہونا منجملہ ضروریات ہے ورنہ وہ کلام موضوع اور غلط ہے نہ لائق اخذ ہے نہ قابل اعتماد اور ظاہر ہے کہ اسی قسم کی روایات اور حکایات کیلیئے سند کامل کی ضرورت ہے اور بے سروپا حکایت بزرگان دین کیطرف منسوب کرنا کیونکر درست ہے۔ کوئی شخص یہ نہین بتلا سکے کہ ہمارے سامنے یہہ قصہ پیش آیا یا فلان شخص شریک جلسہ تہا اور اوسکے روایت متصل سلسلہ وار ہے ہم اوسکو روایت کرتے ہین پس جبکہ راوی اس قسم کے غیر ثقہ وغیر معتبر ہون ایسی روایت بے شبہ غلط محض ہے۔

اور بہتان صریح جہال نے عوام کیواسطے اس قسم کی روایت بے سروپا گھڑ کر بڑون کے نام پر لگا دی ہین تا کہ سیدھے مسلمانون کو اپنے جیسا بنالیوین اور طعن خلائق سے نجات پاوین اعاذ نا الله من شرور ہم علاوہ برین ہم کہتے ہین درصورت صحیح ہونے اس روایت کے بجز اسکے ایک فعل اون حضرات اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر بالفرض کیا خود ان لوگون نے کیا دوسرونکو تو نہین کہا کہ تم ہی کرو اور راگ سنو بلکہ دیکہہ لیجئے کہ حضرت نظام الدین اولیاء جو رئیس حضرات چشتیہ ہین کیا فرماتے ہین اور دوسرونکو کسطرح سے ممانعت کرتے ہین اور علیٰ ہذا القیاس اور لوگونکے اقوال سے بھی ایسا ہی کچھ معلوم ہوتا ہے بوجہہ تنگی مقام کے نقل عبارات سے معذور ہون ۔غرض کہ بر تقدیر ثبوت اس روایۃ کے خود سننا اونکا ثابت ہوتا ہے ۔ دوسرونکو تو کہنا ثابت نہین ہوتا بلکہ قول اونکا منافی فعل ہے اور جبکہ قول اونکا منافی فعل ہے تو قول ہی پر عمل کیا جائے گا نہ کہ فعل پر آخر یہہ ہی تو وجہہ ہے کہ اگر حدیث قولی اور فعلی باہم متعارض ہون اور جمع فیما بین نہو سکے تو حدیث قولی ہی پر عمل کیا جاتا ہے نہ کہ فعلی پر۔ مثلا حدیث شریف مین ارشاد ہے (لاصلوۃ بعد العصر حتے تغرب الشمس اوکما قال) یعنی بعد نماز عصر تاوقتیکہ غروب شمس نہ ہو نماز بطور ادا کے نہ پڑھنی چاہیے اور نیز حدیثون

مین وارد ہے کہ خود جناب ختمی مآب بعد عصر کے دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے فعل رسول ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد عصر کے نماز کا پڑھنا جائز ہے اور قول آپ کا منافی اس فعل کے ہے غرضکہ قول و فعل باہم متعارض ہین مگر اسی بنا پر کہ ایسے وقت مین عمل بالقول کیا کرتے ہین نہ کہ عمل بالفعل۔ فقہا علیہم الرحمہ بالخصوص فقہا حنفیہ کے نزدیک بعد نماز عصر کے اور نماز کا پڑہنا اداءً جائز نہین۔ علی ہذا القیاس ارشاد نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتماع ازواج چار سے زیادہ کسی مرد کیلیۓ جائز نہین حالانکہ خود عقد ازواج مطہرات کا چار سے تجاوز ثابت ہے یہان پر موافق اوسی قاعدہ کے بالاتفاق قول ہی پر عمل کیا گیا ہے نہ کہ فعل پر اور اوسکی وجہ یہ ہی معلوم ہوتی ہے کہ فعل چونکہ منتسب ہوتا ہے فاعل خاص کے اور زمانہ خاص اور مکان خاص کے اسوجہہ سے تفسیر فعل من حیث ہو فعل محتمل خصوصیت بھی ہوسکتا ہے۔ کہ وہ فعل بوجہہ خصوصیت فاعل یا خصوصیت زمان و مکان وقوع مین آیا ہو۔ اور اوس فاعل کیلیۓ یا ہر زمان یا ہر مکان مین کرنا اوسکا جائز ہو اسلیۓ تاوقتیکہ رفع ہونے اس احتمال خصوصیت کے کسی شخص کے حق مین فعل من حیثیت ہو فعل تمسک نہین ہوسکتا البتہ جس شخص مین اجتماع اون خصوصیات کا ہو اوسی کے حق مین وہ فعل بھی جائز ہوگا ورنہ نہین بخلاف قول کے کہ ہر طرح سے عام ہوتا ہے اگر خطاب عام ہے سبکے حق مین بھی عام و شامل رہے گا حکم جواز ہے جب سب کے لئے اور اگر عدم جواز ہے جب سبکے لئے پس جبکہ۔۔۔۔۔ ثابت ہونے اس روایت کے یہہ فعل اونکا متعارض ہے قول اتباع شریعت مطہرہ ممانعت صریح سماع مزامیر کے ہوا جسوقت مین قاعدہ مذکور حسب مسلم المحدیث واہل اصول احادیث نبوی مین جاری ہے یعنی بمقابلہ قول رسول اللہ ﷺ کے فعل رسول پر عمل نہین کیا جاتا یہان تو بدرجہ اولے جاری ہوگا۔ یعنی یہان پر بھی قول ہی پر عمل کیا جاۓ گا نہ کہ فعل پر۔ علاوہ برین بمقابلہ قول کے جبکہ فعل رسول اور لائق عمل نہین بمقابلہ قول رسول فعل اون لوگون کا کیونکر قابل عمل ہوگا۔

انشاءاللہ تعالے بشرط فہم اسی جواب سے جواب سوال آخر کا بھی معلوم ہوجاۓ گا یعنی یہہ بات کہ حضرات چشتیہ کے نزدیک مزامیر سننا جائز ہے یا نہین اور یہہ روایت مشہورہ کیسی ہے

غلط یا صحیح ۔ نیز اسی جواب سے معلوم ہوسکتا ہے۔ باقی رہا یہہ کہ پیر ثانی سے بیعت ہوجانا باوجود حیات پر اول کے جائز ہے یا نہیں اگر چہ پیر اول حیات ہو مگر بیعت ہوجانا پر ثانی سے جائز ہے ہان اگر میرا اول متبع شریعت ہے اور لائق رشد وارشاد و تعظیم و تکریم پیر اول کی بدستور باقی رکھنی چاہئے۔

مکتوبات مظہری مین حضرت قطب الوقت عارف باللہ مخذوم العالے جناب مرزا جان جاناں صاحب شہید علیہ الرحمہ نے بہت طویل تقریر سے بیعت ہوجانا پیر ثانی سے جائز لکھا ہے تنگی مقام کیوجہ سے نقل عبارت سے معذور ہون جس صاحب کا دل چاہے مکتوبات مظہری مین غالبا صفحہ اٹھائیس مین اوسی عبارت کو ملاحظہ کرلیں ۔ خلاصہ تقریر جناب مرزا صاحب یہہ ہے کہ پیری اور مریدی بمنزلہ کسب علوم ظاہر کی ہے جیسا کہ درصورت حیات اوستاد اول اوستاد ثانی سے استفادہ علوم جائز ہے علی ہذا اگر چہ پیر اول زندہ ہو پیر ثانی سے بیعت ہوجانا بھی جائز ہے اس تمثیل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ پیر اول لائق رشد وارشاد ہوتا ہم جواز بیعت از پیر ثانی کو کچھہ کلام نہین مثلا اوستاذ ظاہری اگر چہ لائق استفادہ اور کامل النفس مگر باہم بوجہ عدم موافقت مزاج یا بوجہ کسی خواہش قلبی کے اور اوستاذ سے استفادہ علوم جائز ہے ایسے ہی پیر اول اگر چہ لائق وفائق ہو مگر بوجہ کسی امر آخر کے بیعت ہوجانا پیر ثانی بے شبہ جائز ہے اور ظاہر ہے کہ جبکہ اس قسم کے پیر کا بعد دوسرے پیر سے بیعت ہوجانا جائز ہے تو جو پیر کہ خود لائق نہو اور اتباع شرع سے کچھہ علاقہ نہ رکھتا ہو ایسے پیر سے نقض بیعت کیون نہ جائز ہوگا بلکہ بنظر غائر یون معلوم ہوتا ہے کہ ایسے پیر خلاف شریعت اور جوگی وضع سے نقض بیعت جائز ہونا کیا معنے بلکہ منجملہ واجبات ہے۔ اس لئے کہ پیری اور مریدی مین تعظیم منجملہ ضروریات ہے اور جو شخص کہ خلاف شرع ہو اور طریقت کو شریعت سے علیحدہ سمجھتا ہو ایسے شخص فاسق وگنہگار کی تعظیم وتکریم کیونکر جائز ہوگی اور ایسے شخص سے ہدایت کہان حاصل ہوسکتی ہے۔ (او خویش گم است کرا رہبری کند)

ایسے شخص کو پیر ہرگز ہرگز نہ بنانا چاہیے۔ پہلے ہی معلوم ہوچکا ہے کہ اہل طریقت بہ

نسبت اہل شریعت کے زیادہ تر متبع شرع شریف ہوتے ہین اور بوجہ قرب خداوندی نہ اون لوگونکو مستحب چھوڑنیکی طاقت اور نہ مکروہ کرنیکی تاب باالجملہ طریقت کواتباع شریعت لوازمات ہے۔ بغیر اتباع شریعت کے قرب خداوندی اور وصول الی اللہ ہرگز نہین حاصل ہوسکتا۔

خود جناب باری ارشاد فرماتے ہین (ان اولیاء ولاّ المتقون) یعنی متقی ہی لوگ ولی اور مقرب الی اللہ ہین نہ کہ غیر متقی اور دوسری جگہ ارشاد ہے (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) یعنی بلاشبہ زیادہ عظمت وتوقیر والا تم مین سے نزدیک اللہ کے وہ شخص ہے جو زیادہ متقی ہو۔ ان آیات بینات سے خود ظاہر ہوتا ہے کہ قرب خداوندی کہ اصل طریقت ہے بغیر اتباع شریعت مطہرہ کے حاصل نہین ہوسکتا۔ ظاہر ہے کہ اصحاب کرام سب سے زیادہ ولی کامل اور واصل الے اللہ ہین نہ اونسے حضرت غوث محبوب سبحانی زیادہ ہین نہ قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحم اللہ تعالے اور نیز ظاہر ہے کہ وہ لوگ طریقت کے اصول سے نہ ذکر وشغل کرتے تھے نہ توجہ ومراقبہ نہ وہان دوضربی وسہ ضربی نہ حبس دوام فقط اتباع شریعت میں کمال حاصل تھا محبت رسول اللہ مین چور ہورہے تھے آپ کو ہر حال وزار پر جان نثار کرتے تھے نہ زن وفرزند کی فکر تھی نہ دنیا سے کچھ کام آپکی غلامی سے کام تھا اچھا معلوم ہوتا یا برا جیسا ارشاد ہوتا وہی کرتے تھے غرض اتباع حال وقال رسول سے بحث تھی بس یہہ ہی تو وجہہ ہے کہ امت رسول مین یکتائے روزگار ہوتے اور وحید عصر یا بالجملہ اتباع شریعت محمدیہ کی وجہہ سے اون لوگونکو یہہ قرب کامل حاصل ہوا ہے اگر بدون اتباع شریعت کے اور ہی اعمال سے قرب الہی حاصل ہوا کرتا تو چاہیے تھا کہ جناب باری عزاسمہ (لاالظلمین مثقال ذرۃ ولیس لظلام للعبید) جسکی شان ہے اون ہی لوگون کو جو خلاف شرع ہون اور اعمال مین بڑے چست وچالاک اپنا قرب کامل مرحمت فرماتا اور اون ہی کو ولی اور اکرم ہونیکا ارشاد ہوتا نہ کہ اصحاب کرام اور دیگر متقین امت کو غرض بعد ادنے فکر کے بلاتردد ظاہر ہوسکتا ہے کہ بدون اتباع شریعت قرب خداوندی کہ لب لباب طریقت ہے حاصل نہین ہوسکتا۔ بلکہ بدون اتباع شریعت طریقت بھی ہاتھ نہین آسکتی جو شخص کہ خلاف شرع ہو مبتلائے شرک ہو۔ مبتلاء بدعت ہو نہ وہ پیر

ہے نہ اہل طریقت بلکہ ایمان اسکا نیز محل خطر مؤمن کامل وہی ہے کہ بہ صدق قلب وتسلیم خاطر قائل لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہو نہ غیر اللہ کو لائق عبادت جانے اور نہ اقوال اعمال غیر رسول اللہ کو کہ مخالف شرع ہو داخل شریعت اور واجب الاطاعت جانے۔ جیسا کہ مشرکین غیر اللہ کو لائق عبادت سمجھتے ہین کہین کسی قبر کو سجدہ کرتے ہین کہین کسیکو طواف کہین کسیکو نافع جانتے ہین اور کہین کسیکو ضار وعلی ہذا القیاس اہل بدعۃ بھی افعال واقوال غیر رسول کو کہ شرع شریف سے بالکل بے لگاؤ محض ہون نہ بصراحۃ النص ثابت ہون نہ بدلۃ النص اور نہ باشارہ النص نیز واجب الاطاعت سمجھتے ہین اور احکام شریعت سے بھی زیادہ تر التزام اوسکا کرتے ہین کہین کسی حسب ونسب کے قول وفعل کی سند لاتے ہین کہین صرف مقتضائے مواد نفسانی کی منہمک بدعات ہوجاتے ہین اور مبتلاء خرافات پابندی رسم و عادت کو عین عبادت جانتے ہین نہ قرآن سے بحث نہ حدیث سے اوسکے مخالف ہو یا موافق اپنے کام سے کام ہوتا ہے تاویلین گھڑ گھڑ کر قرآن وحدیث کو اپنے اقوال وافعال کے موافق کرلین نہ کہ اپنے افعال واقوال کو مطابق قرآن وحدیث کے کرین۔ باالجملہ جیسا کہ شرک مخالف لا الہ الا اللہ بدعت نیز مخالف محمد رسول اللہ ہے جیسا کہ مشرکین بوجہ اس مخالفت کے خارج اسلام ہین ایمان اور اسلام اہل بدعت کا خالی از خطرہ نہین۔ ہان اتنا فرق ہے کہ اہل شرک کی مخالفت ظاہر ہے کسیطرح سے گنجایش تاویل نہین بخلاف اہل بدعت کے کہ اونکو کافر یقینی نہین کہہ سکتے اگرچہ سرحد کفر داخل ہون لیکن دائرہ اسلام سے خارج نہین۔ باالجملہ جو شخص کہ مبتلاء شرک ہو یا بدعۃ ہو مقتدا پیشوا ہونا ہرگز لائق اسکے نہین کہ اوسکو پیر بنایا جائے اور کامل بہ طریقت سمجھا جائے خود ارشاد فرماتے ہین (قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم) یعنی اے محمد ﷺ کہدو ان لوگون سے اگر دعوے محبت خداوندی ہے تو ہر بات مین اتباع محمدی کرو تاکہ محبوب اصلی خداوند کریم کو تمسے محبت ہو اور سارے گناہ تمہارے بخشدے اور اللہ بڑی مغفرت اور رحمت والا ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر اتباع محمدی نہ مقام محبوبیت خداوندی مل سکتا ہے نہ بشارت مغفرت ذنوب۔ ظاہر ہے کہ جملہ عالم مین

جناب رسول اللہ ﷺ اصل محبوب خداوندی ہین اور آپ ہی کی نسبت ارشاد ہے (غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر) پس جو شخص کہ آپ کے رنگ ڈہنگ پر ہو اور آپ کے حال وقال سے کچہہ مناسبت ومشابہت رکہتا ہو اور آپ کے افعال وحرکات سے کچہہ نسبت بحکم اسکے کہ مشابہت محبوب نیز محبوب ہوتی ہے اور عنایت والطاف خاص مین کچھ شریک اوسیکو مقام محبوبیت مل سکتا ہے اور اوسیکی مغفرت ذنوب ہوسکتی ہے بخلاف اوس شخص کے کہ نہ اقوال وافعال رسول سے کچھ مناسبت رکہتا ہو نہ شریعت محمدیہ سے کچھ لگاؤ ایسا شخص موافق ارشاد آیت شریفہ مذکورہ بالا کے ہرگز کسیطرح مقبول خداوندی نہین ہوسکتا نہ از جملہ شریعت نہ از حد اہل طریقت غرض ایسے جوگیان زمانہ سے کہ متبع شریعت نہون بیعت ہونا ہرگز مناسب نہین۔ اگر اتفاق سے بیعت ہوگیا تو نقض اوسکا ضروری ہے بالخصوص اوسوقت مین جبکہ والدین ارشاد فرماوین ان کے ارشاد کے بعد امر مستحب بہی واجب ہوجاتا ہے اور امر مکروہ حرام چہ جائیکہ خود ایک ناجائز محض ہو کہ بعد ارشاد تاکیدات اونکی چھوڑ دینا بہت ہی ضروری ہوتا ہے ورنہ علاوہ نافرمانی خداوندی کا حقوق والدین کا وبال اور زیادہ سمجہنا چاہئیے۔

اس جواب سے جواب سوالات باقیہ نیز مذکور ہوگئے لہذا جواب مستقل لکھنا فضول۔

باقی یہہ امر بہی معلوم ہوگیا کہ بیعت ہونیکے لئے ایسے پیر کی ضرورت ہے جو متبع شریعت ہو اور غیر متبع شریعت سے بیعت ہونا جائز نہین بلکہ اونکی تعظیم وتکریم کرنا اور پیر بنانا موجب معصیت ہے۔ بالخصوص بعد منع فرمانے والدین کے خواہ اولاد صغار ہو یا اولاد کبار ایسے پیر سے بیعت نہ ہونا چاہئیے ورنہ دوگناہ لازم آتے ہین اور علی ہذا القیاس اگر ایسے پیر سے اتفاق سے بیعت ہوگیا ہو بعد ارشاد والدین نقض اوس بیعت کا اور بہی ضروری ہے۔ واللہ علم بالصواب

۴۹۔ دربارہ بیع سَلَم کھنڈ سال

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ شرائط بیع سَلَم جسکو عرف مین بدنی کہتے ہین اور آجکل کھنڈ سال والون مروج ہے یہہ بیع جائز ہے یا نہین اور درصورت فوت ہونے شرط کے شرائط بیع مذکورہ سے کوئی حیلہ جواز بیع کا ہے یا نہین۔

الجواب

کھنڈ سال والے جو اس کی بیع بطور سَلَم کرتے ہین شرعا یہہ عقد سلم جائز نہین منجملہ جوانِ شرائط بیع سلم ایک یہہ بھی شرط ہے کہ وقت عقد سے تا وقت حلول اجل وتا وقت اداء سلم فیہ یعنیٰ مبیعہ کا وجود بازار وغیرہ مین پایا جائے ظاہر ہے کہ اس نیشکر کا اس قسم مین سے نہین ہے۔ رس اپنے عین وقت مین ہوتا ہے نہ قبل از وقت وعقد سلم وقت سے پہلے واقع ہوتی ہے پس یہہ عقد سلم کسیطرح جائز نہین فاسد ہے۔

ہان اگر یہہ مقابلہ صرف بطور وعدہ بیع کیا جائے اور وعدہ ہی کا طور عمل مین آوے البتہ مضائقہ نہین معلوم رہے کہ وعدہ بیع سے بیع لازم نہین چونکہ حکم مسئلہ ظاہر تھا اور شرائط سلم صراحتاً کتب فقہ مین موجود ہین اسلئے نقل عبارات کی ضرورت نہ سمجھی۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب

۵۰۔ جواب دربارہ سجدہ تحیہ

حامدً ومصلیاً ومسلماً۔ امابعد بندۂ نحیف خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہ بخدمت عزیز القدر گرامی منش برادرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ خورجوی

سلام مسنون ودعاے ترقیات عرض کردہ می نگارد این است نامہ بطلب تحقیق مسئلہ سجدہ تحیہ رسیدہ بود عذر تاخیر جواب نامہ اولین نگاشتہ ام ایندم گو اطمینان کلی میسرم نیست دخلش ہنوز باقی مگر زیادہ ازین تاخیر جواب شاید مزید گرانی عزیز باشد ناچار جواب می نویسم ہان تأمل این قدر دارم کہ مرد این کار نہ باشم استعداد من بمرتبہ رسیدہ کہ باوجود این مشاغل و مذاکرہ شبانہ روزی

بر مسائل ضروری دین ہم عبور نہ دارم بہ تحقیق و تدقیق مسائل دقیقہ چہ رسد و آن ہمچو مسائل۔ مگر چونکہ گفتہ اند خاطر عزیزان عزیز است ناچار بپاس خاطر عزیز بہ طفیل کفش برداری حضرات اساتذہ ہر چہ بہ صفحہ خاطرم ریختہ اندمی نگارم واز فہم سلیم عزیز امید اصلاحش دارم لیکن اسقدر اول عرض کردن ضرور است کہ مدار تکلف حب عقلی است و حب شرعی نہ حب عشقی آنانکہ بحب عشقی و بہ سودائے محبت عشقی از خود رفتہ انداز مرتبہ تکلف یکسو بودہ مورد امر و نواہی شرعیہ نباشند از اوشان پرسیدن بہ حق اوشان سخنے چندان موقع ندارد و ارادت اوشان تابع اوشان است۔ علماء شریعت را باید کہ اوشان را معذور دارند دیگران را باید کہ افعال اوشان حجتہ نگیرند۔ شعر

مذہب عشق از ہمہ این جاجدا است　　عاشقان را مذہب و ملت جدا است

اکنون باصل جواب می پردازم عزیز من دانی کہ مطلق تعظیم و مطلق تذلل را عبادۃ نگوئند بلکہ عبادت ان مرتبہ تعظیم و تذلل را نام نہند کہ بامرتبہ خود رسیدہ باشد و مرتبہ از مراتب تعظیم و تذلل فوق آن متصور نشود و چون چنین است لازم افتاد کہ مستحق عبادۃ ہمان ذات مستجمع صفات و کمالات باشد کہ چند مراتب عزہ و کمال را فرا گرفتہ عظمت شان و علو مرتبہ اش تا بغایۃ خود رسد و بالائے آن کدامے مرتبہ جلال و عظمت متصور چہ متوھم شود و نیز ظاہر کہ ہمچو علو برتبہ از مخصوصات باری است واز مقتضیات شان اعلے وارفع معبود برحق واز ین جاست کہ غیر اللہ را عبادۃ کردن یا سجدہ عبادت بجا آوردن ہر دو حرام بعینہ گفتند و کفر قرار دادند۔ چون کفر ست و حرام بعینہ علے از علل اباحتش نفرمودند و اجازتش ندادند چہ کفر اباحتہ را نہ پزیرد حرام بعینہ حلال نہ شود۔ مگر مطلق کہ تعظیم فی الجملہ عبادت از ان ست واز مرتبہ کمال و غایۃ فروتر غیر اللہ را نیز جائز فرمودہ اند۔ لہٰذا سجدہ را چون مظہر غایۃ تذلل قرار دادہ اند و برتبہ عبودیت را عنوان پس نظر براین سجدہ بغیر نیت عبادۃ باشد و محض بنظر تعظیم و تحیہ تاہم مستحق ممانعت است گو حرام بعینہ باشد واز مرتبہ کفر ادنے مگر بنظر ہمین عبادت بودن آن حرمتہ را تقاضہ کند و نہی را خواہد لیکن ہمچو حرمتہ را حرمتہ لغیرہ گویندہ نہ حرمتہ بعینہ

بملل سابقہ از مرتبہ صورتش درگزشتہ و مرتبہ نیت را پیش نہاد خاطر فرمودند چنانکہ می

فرمایند (انّ اللہ لاینظر الے صُورکم واعمالکم ولکن اللہ ینظر الے قلوبکم ونیاتکم) حکم اباحتش دادند واجازتش فرمودند بلکہ در بعض صور مستحب فرمودند بامر استحبابی۔

اما آخر الامر نافہمی ابنائے وقت وکجی طبائع اوشان چون نوبت در شرک رسید از ہمین سجدہ تحیہ طرح شرک انداختند پس در شریعۃ استحباب آن منسوخ شدہ حکم بحرام بودن قرار یافت شارع صلوۃ اللہ علیہ ومعلامہ تصریح بحرمتش فرمودہ بحرام بودن آن اجماع امتہ فرق این قدر کہ علماء شریعت بالاتفاق از اصل اباحت منسوخش شمر دند وبحق ہر واحد عام باشد یا خاص حکم بحرمتش دادند۔ وعلماء طریقت کہ علم حضرات اوشان ہم مؤید بہ نور کشف است اکثر باعلماء شریعت اتفاق کروند وشاید بعض حضرات اوشان استحبابش منسوخ داشتند واصل اباحتش راباقی نظر حضرات اوشان غالب برہمین افتاد کہ گاہے امر مستحب راکہ منسوخ می فرمایند استحبابش رانسخ می فرمایند واصل اباحت راباقی میدارند چنانکہ روز ہائے بیض ویوم عاشورہ کہ درسابق فرض بود چون منسوخ شد فرضیت برخاست استحباب باقی ماند۔ ہم چنین اینجا استحبابش برخاست نہ اصل اباحت۔

باقی علماء شریعت کہ سجدہ تحیۃ راراساً حرام می فرمایند گفتہ کہ خوفاً عن العوام وانتظاماً لامرالدین وسدً الباب شرک والکفر حرام فرمودند نہ این است کہ اصل اباحت برخاست واین گفتن گوکلیۃً درست نیست مگر احتمال صحیح است وگنجائش برخود دارد۔

واہل اصول متفق اند کہ نفی مقید بہ دو طور شدن تواند یکے آنکہ مطلق وقید ہر دو جزء مقید رفع کند سلب کند۔ دیگر آنکہ قید نفی شود وجزء ثانی کہ مطلق است بحال خود ماند پس استحباب کہ اباحت مقید رانام است نفی آن کہ عبارت از نسخ است ہم بدو طور میتو اند شد گاہے قید ومطلق ہر دورانسخ کند ونفی نماید وگاہے قید۔ یعنی مرتبہ استحباب رانفی نمایند ونسخ کنند واصل اباحت باقی دارند۔ غرض نظر براین احتمال صحیح کہ ہم مؤید عقل است۔ غالب کہ بعضے از علماء طریقت باین رفتند ومحتمل کہ اصل اباحتہ باقی شمردند وقول علماء شریعت راشاید مبنی برانتظام شمردہ مخالف یا مذعوم خود دیدند ونہی شرع رایا سہی سجدہ عبادت محمول نمودند یا محمول برزجر عوام امتہ۔

بالجملہ احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم وقول علماء ومجتہدین ہم علے الراس والعین بناوند وسدالباب الکفر والشرک سجدہ تحیۃ را حرام می گفتند ونظر برہمین مصلحتہ حقہ دینہ احدے را اجازت نمی دادند بلکہ مے فرمایند۔ وچون مزعوم خودرانی الجملہ موئد عقل ونقل دیدند وآن چنان حجتہ قطعیہ کہ برین وجہ اصل اباحت نص قطع باشد ومحل دیگر ندارد نہ یافتہ بازعم خود اعتماد کردہ تاویل احادیث وتاویل ظاہر اقوال علماء ومجتہدین ذمہ خود کردند۔ تاھم با علماء شریعت اتفاق کردہ متابعت ارشادات اوشان لازم شمردہ ادب شریعت را حفاظت فرمودند از یجاست کہ خود حضرت سلطان الاولیاء والمشائخ" می فرمایند ہرچند میخواہم کہ مردم را منع کنم اما بحکم بقاء اباحت اصلیہ چنانکہ مزعوم اوشان گفتم بشرط عدم خوف فتنہ وعدم واہمہ تضلیل عوام امتہ شاید بحق خواص این سجدہ تحیۃ جائز میدانستند وخاص بحق آن خواص کہ بہ بحر توحید غرق ومستغرق شوند واز مرتبہ فنانی اللہ گم حال صادق دارند ومورد ذات حقہ باشند پیر واستاذ را مظہر تجلیات ربانی بینند کہ فرق ظاہر ومظہر کردن نتوان نظر اوشان ہمان تجلیات تامہ باشند کہ ظاہر را بینند نہ مظہر را پس ہمچو حالت استغراق اگر حال سجدہ تحیۃ کند مورد ملامت باشند ونہ موافق فہم اوشان مرتکب امر منکر۔

وموافق صاحب کتاب القبلہ کہ عبارتش ہم عزیز نقل کردہ اند این فقط فہم حضرات اوشان است بلکہ بعض از علماء واحادے چند فقہا ہم باین سورفتہ اند کو قول اوشان نامعتبر است وروایات این شان نامسموع۔

بالجملہ بزعم نحیف چونکہ بناء قول ایشان ہمچو تاویلات است حضرات اوشان معذور اند غایۃ آنکہ خطا کردند براہ خطا اجتہادی رفتند۔ الحاصل بحق ہمچو مقبولان امتہ واساطین دین کہ برمقبولیتہ اوشان خود امتہ اتفاق کردہ اند ہمین کہ شرط ثبوت واقعی ہمچو اقوال اوشان را

از ملامت پاک اعتقاد دارند وقیاس قول علماء شریعت وقول اوشان جمع کنند وپالی ذامتہ را برعوام امتہ قیاس نکنند۔ مولانا" می فرمایند۔ کار پاکان را قیاس از خود مگیر۔ گرچہ ماند درنوشتن شیر وشیر۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

۵۱۔توضیح دربارہ سجدہ تحیتہ

اردوترجمہ

مدار تکلف شرعی محبت عقلی اور محبت شرعی ہے نہ محبت عشقی اسلیئے بسا اوقات محبت عشق اگر اپنی پوری قوت اور پورے جذبہ کے ساتھہ ہوانسان اپنے قابو سے باہر ہوجاتا ہے اگر یہہ تعلق خدا سے ہواور وہ فنافی اللہ ہو یہان تک کہ اوسکو اپنے وجود کی بھی خبر نہین رہی چہ جائیکہ وہ اوامر ونواہی پر کماحقہ عمل کرے۔اس درجہ مین آکر یہہ لوگ مستثنے ہوجاتے ہین اور عوام کو انکی تقلید یا انکی حالت سے استدلال درست نہوگا۔

مطلق تعظیم مطلق تذلل کا نام عبادۃ نہین ہے ورنہ امراء اور سلاطین کا ادب اور اونکی تعظیم وتکریم بھی عبادۃ ہوجائیگی حالانکہ واقعہ ایسا نہین ہے بلکہ عبادت غایت تذلل اور غاتیہ تعظیم کا نام ہے اتنی تذلل اور اتنی تعظیم کہ اس سے زیادہ اوپر کوئی درجہ بندی یعنی انتہائی تذلل اور انتہائی تعظیم اور یہہ اوسوقت ہوسکتی ہے جب کہ ہمارے سامنے ایسی ذات ہو کہ اسمین تمام کمالات بطور اتم واکمل موجود ہون اور تمام نقائص سے وہ ذات ہمہ تن بری ہوایسی ذات باری تعالے کے سوا کون ہوسکتی ہے اسلیئے سجدہ تعظیم یا تحیتہ اوسی ذات اقدس کیلیئے زیبا ہے جو تمام نقائص سے بری اور تمام ہی کمالات سے متصف ہے اور وہ حقیقت مین مسجود الیہ کی لائق ہے۔اسی وجہ سے علماء شریعت نے اوسکو حرام فرمایا ہے اور تمام علماء امتہ کا اسپر اتفاق ہے حرام کبھی حلال نہین ہوسکتا اور نہ کفر اباحت کو قبول کرتا ہے۔بالخصوص اس زمانہ پرفتن اور دہریت مین جبکہ عوام مسلمین مذہب سے کوسون دور ہون ضروری ہوجاتا ہے کہ سجدہ تعظیم سے شدت کے ساتھ روکا جائے۔کسی بزرگ کو حیات یا بعد الممات یا کسی شیخ کو سجدہ تعظیم درست نہین ہے یہہ تو اللہ تعالے کے لیے مخصوص ہے اور اوسی ذات اقدس کو یہہ سجدہ تعظیم دینا ہے یہہ کہنا اور یہہ تاویل کرنا کہ ہم سجدہ عبادت نہین کرتے سجدہ تعظیم کرتے ہین یہہ تاویل درست نہین اسقدر تذلل اور اسقدر تعظیم اوسی ذات اقدس کو زیبا ہے جو تمام کائنات کا خالق ہے اور ہم سب اور وہ بزرگ سب اوسکے محتاج ہین اور جو کمال ان حضرات مین

موجود ہے وہ بھی اوسی ذات اقدس لاشریک کہ کا دیا ہوا ہے پھر سجدہ کرنا کوئی مطلب نہین رکھتا یقیناً سداًلباب الکفر والشرک ایسے سجدہ سے بھی ممانعت ضروری ہے۔

اگر کوئی بزرگ جو فنانی اللہ مین گم اور مستغرق تجلیات ربانی ہو اور کیفیت کا اسقدر غلبہ ہو کہ ظاہر اور مظہر مین بھی فرق نہ کرسکین وہ ان حالات خاصہ مین اگر کسیکو سجدہ کرلین تو وہ معذور ہوگئے ہمارے لئے اونکا یہہ عمل قابل تقلید اور نہ یہہ فعل باعث حجت ان کے نزدیک اسوقت بھی مسجود الیہ حقیقتاً خدا ہی ہے نہ کوئی اور۔

بہرحال سجدہ تعظیم جسکا دوسرا نام سجدہ عبادت ہے حقیقت مین یہہ دونون ایک ہی ہین سوائے خدا کے کسیکو جائز نہین ہے۔شارع علیہ السلام نے سجدہ عبادت کو صراحتاً حرام فرمایا ہے اتنی ہیئت کذائی جیسی سجدہ اور رکوع مین ہوتی ہے کسی کے لئے بھی درست نہین چہ جائیکہ سجدہ اور اسقدر غایت تذلّل اور غایت تعظیم جیسی کہ سجدہ اور رکوع سے واضح ہوتی ہے اسکا اللہ تعالے ہی مستحق ہے نہ کوئی اور البتہ کسی مکرم کے آنے پر بیٹھے سے صرف کھڑا ہوجانا جس کونہوض کہتے ہیں درست ہے۔

حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر غیر اللہ کو سجدہ کرنا درست ہوتا تو عورت کو اپنے شوہر کو سجدہ کرنیکی اجازت دیجاتی مگر چونکہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں اسلئے عورت کو بھی سجدہ کی اجازت نہیں ہے۔

غور فرمائین کہ عورت کو سجدہ کی اجازت اگر ہوتی تو یہ ہی سجدہ تعظیم کی اجازت ہوتی کیونکہ سجدہ عبادۃ تو کسی حالت مین کسیکے لئے جائز ہی نہین آپ فیصلہ فرمائین کہ عورت کو حضور سجدہ تعظیم سے منع فرمارہے ہین تو اب ہمارے لئے سجدہ تعظیم کی کہاں گنجائش باقی رہتی ہے۔

یہہ استفسار مولوی عبدالرحمٰن خورجوی نے کیا تھا۔اس میں انہوں نے مولانا احمد حسن کو جامع معقول ومنقول اور فخر زمن کہا ہے۔

مولوی عبدالرحمٰن خان خورجوی مولانا سید احمد حسن سے بیعت تھے اور ان کے حلقہء

ارادت مین شامل تھے۔ انہون نے یہہ استفسار خورجہ ضلع بلند شہر یو پی سے ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۱۵ کو فارسی میں ارسال کیا تھا جو سجدۂ تحیہ یا سجدۂ تعظیمی کے بارے میں ہے۔ اس کے جواب مین سید العلماء مولانا سید احمد حسن محدث نے لکھا۔ برادر گرامی قدر مولوی عبدالرحمٰن خان سلمہ اللہ تعالی آپ کا خط سجدۂ تحیہ کی تحقیق کے بارے مین ملا۔ مولانا نے بھی اس کا جواب فارسی مین دیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔ اردو ترجمہ پہلے دیا جا چکا ہے۔

عزیز گرامی آپ یہہ سمجھ لیجئے کہ مطلق تعظُم اور مطلق تذلُّل کو عبادت نہین کہتے۔ تعظیم و تذلُّل کا مستحق اللہ تعالی کی ذات ہے جو مستجمع الصفات ہے اور سجدہ اسی کے لئے زیب دیتا ہے۔ وہ معبود برحق ہے اس لئے غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے اور کفر ہے۔ چونکہ کفر ہے، حرام ہے اس لئے اباحت نہین اور اس کی اجازت نہین ہے۔ سجدۂ تعظیم کی ممانعت ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ اِنّ اللہَ لا ینظر اِلی صُوَرِکم واعمالِکم ولکن ینظر اِلی قلوبکم ونیاتکم۔ اللہ تعالی تمہاری صورتون اور اعمال کو نہین دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلون کو ٹٹولتا ہے اور تمہاری نیت کو دیکھتا ہے۔ غیر اللہ کو سجدۂ تعظیمی سے شرک کا اندیشہ ہے اس وجہ سے اس کو جائز قرار نہ دیا۔

ہماری شریعت مین سجدۂ تعظیمی منسوخ ہے۔ یہان تک کہ شریعت نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر ہی اجماع ہے علماء نے اس کی اباحت کو منسوخ کردیا ہے اور ہر خاص و عام کو حرمت کا حکم دیا ہے۔ اہل طریقت نے بھی علماء سے اتفاق کیا ہے اور اس کو منسوخ گردانا ہے۔ جب اباحت منسوخ ہوگئی تو اب سجدۂ تعظیمی حرام ہے۔ جیسا کہ امم سابقہ مین یوم عاشور کا روزہ فرض تھا لیکن اب وہ ختم ہوگیا۔ سجدۂ تعظیمی کو شرک کے خوف سے حرام قرار دیا گیا اور یہی صحیح ہے۔ کسی نے اس کی اجازت نہین دی۔ خود حضرت سلطان الاولیاء نے اس سے منع کیا۔ یہہ امر منکر ہے۔ جو لوگ جائز سمجھتے ہین وہ خطا پر ہین۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ سجدۂ تعظیمی سے احتراز کیا جائے۔

احمد حسن غفرلہ

۵۲۔ دربارہ حیوانات جو بتونکے نام چھوڑتے ہین

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلے مین کہ اہل ہنود جو گائے یا بجار رداغ دیکر اپنے بزرگون کے یا بتونکے نام چھوڑ دیتے ہین اور پھر اونسے کچھ تعلق نہین رکھتے اور وہ ہمیشہ جنگل مین مثل ہرنون پھرتے رہتے ہین اور انکی نسل مین اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے مگر عام اہل ہنود بہ خیال اسکے کہ ان کے ہاں گائے متبرک ہے اور وہ خود نہین مارتے اور نہ کھاتے ہین اور نہ کسی کے مارنے اور کھانے کو پسند کرتے ہین بلکہ مانع ہوتے ہین اور حاکم وقت نے حکم دیدیا کہ جسکے کھیت کا نقصان کرین وہ مارین لہذا اگر مسلمان اپنی کھیت کے نقصان کیوجہ سے یا جسکا کھیت نہو وہ شکار کرے تو درست ہے یا نہین۔

الجواب

اہل ہنود جس گائے یا بجار کو داغ دے کر اپنے بزرگون یا بتون کے نام پر چھوڑتے ہین اوسکو غیر اللہ یعنی بتون کے لئے چھوڑنیسے یہہ مطلب ہوتا ہے کہ اوس سے کوئی کام نہ لیا جائے ہر طرح کی خدمت سے اونکو بری رکھا جائے اور یہہ فعل اونکا ان کے زعم مین موجب نجات ہے او رباعث رضامندی اصنام۔

یہہ مقصود نہین ہوتا کہ اوسکو غیر اللہ کے نام ذبح کیا جائے اور ۔۔۔۔۔۔لغیر اللہ ہو اور اوسکی جان سواء حضرت جان آفرین جل واعلیٰ دوسرونکے لئے نذر کیجائے ہوا بالجملہ واسکی جان نذر لغیر اللہ نہیں تا کہ ما اُحِلَّ لغیر اللہ مین داخل ہو اور بہ حکم نذر غیر اللہ حرام ہو اور اوسکا گوشت و پوست حرام ہوا بلکہ وہ از جملہ سوائب ہے اور یہہ فعل اونکا یعنی بنام اصنام چھوڑنا اور اس سے کسی قسم کی خدمت لینے اور نفع اٹھانے کو حرام سمجھنا ہماری شریعت مین بے اصل ہے اور اس حرمتہ کو منسوب الی اللہ کہنا افتراء علے اللہ ہے بالجملہ ہماری شریعت مین نہ اوسکا گوشت و پوست حرام نہ اوس سے دوسرے طور پر انتفاع ناجائز البتہ ہنود کے چھوڑنیسے وہ انہین کی ملکیت مین رہتا ہے اور بعد اس فعل کے اونکی مملوکیت سے نہین نکلتا پس بغیر اجازت ان کے اپنے تصرف مین لانا غصب ہوگا اور

ملک غیر مین بغیر اذن تصرف کرنا نا جائز ہے اس اعتبار سے اوسکو اپنے تصرف مین لانا درست نہین ہے ہان اگر وہ لوگ اپنے حقوق ملکیت سے ہر طرح دست بردار ہو گئے ہین تو بحکم (السلطان ولی لمن لا ولی لہ) اور بحکم استیلاء کفار سلطان وقت اوسکا مالک ہوگا اور بعد اذن سلطان یا نائب سلطان بعد اباحت سلطان فی حق الکل خود تصرف مین لانا اوسکا درست ہوگا۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

۵۳۔ مطلب حدیث بخاری شریف آذر

عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال یلقی ابراھیم اباہ آذر یوم القیمہ وعلے وجہ آذر قترہ وغَبَرۃ فیقول لہ ابراھیم الم اقل لک لاتعصنی فیقول ابوہ الیوم لا اعصیک فیقول ابراھیم یارب انک وعدتنی ان لاتخزنی یوم یبعثون فای خزی اخزیٰ من ابی الابعد فیقول اللہ انی حرّمت الجنۃ علے الکافرین ثم یقال یاابراھیم ماتحت رجلیک فینظر ماذاھو بذیخ متلطخ فیوخذ بقوائمہ فیلقی فی النار۔

ترجمہ:

حضرت ابراھیم اپنے باپ آذر سے قیامتہ کے دن ملینگے اس حالت مین کہ آذر کے چہرہ پر سیاہی اور گرد وغبار ہوگا حضرت ابراہیم آذر سے کہین گے کیا مین نے تمسے نہین کہا تھا کہ میری نافرمانی مت کرو انکا باپ کہے گا کہ ہان مین تمہاری نافرمانی نہین کرونگا حضرت ابراھیم کہین گے کہ اے باپ آپنے مجھے وعدہ کیا تہا کہ مجھکو قیامتہ مین رسوا نکرین گے میرے لئے اس راندۂ درگاہ باپ سے زیادہ اور کوئی قیامت ہوگی۔ باری تعالے فرمائین گے مین نے جنت کافرون پر حرام کردی ہے پھر فرمائین گے کہ تمہارے پیرون کے نیچے کیا ہے حضرت ابراھیم علیہ السلام ایک بجو کو گندگی مین لتھڑا ہوا دیکھین گے (یعنی آذر کو بشکل بجو دیکھین گے حضرت ابراھیم کو نفرت ہوجائیگی) پھر آذر کو جو بصورت بجو ہو گئے تھے دوزخ مین ڈال دیا جائے گا۔

اس حدیث سے اور آیت (فلما تبیّنَ لہ انہ عدو اللہ تبرءمنہ) مین تعارض ہے اور نیز

آیت لایتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن اور آیت من الذی یشفع عندہ الا باذنہ مین حدیث اور آیت اول مین اسطرح تعارض ہے کہ حدیث سے حضرت ابراھیم علیہ السلام کا آزر کے واسطے سفارش کرنا ثابت ہوتا ہے اور بوجہ تبری دنیا مین عداوۃ اللہ واقع ہوئی تھی پھر آخرۃ مین آزر کو کونسی محبت ہوگئی تھی جو اوسکی محبت حضرت ابراھیم علیہ السلام کے دل مین ایسی سمائی کہ استمزاج سفارش بلا اذن فرمانے لگے اور حدیث اور آیت ثانیہ مین اسطرح تعارض ہے کہ بدون ارشاد خداوندی کوئی شخص کسیکی سفارش نہین کرسکتا اور حدیث سے سفارش بلا اذن من عندنفسہ کرنی معلوم ہوتی ہے۔ انہ عدو لک۔ معنے عدو لک کے یہہ ہین کہ خدا کو اوس سے عداوت ہے مگر قیامتہ کو آزر کی عداوت مبدل بہ محبت ہوجاویگی اور کیون نہو خدا کی محبت سبکے تہ دل مین ہے دنیاء کی نخستین اوسکو دبالیتی ہین پھر قیامتہ کو بہ حکم کل نسب وصہر منقطع یوم القیامتہ الخ اور آیت یوم یفرُّ المرء من اخیہ وامہ وابیہ الخ دل لبریز محبت خدا سے اس طرح زائل ہوجائینگے جیسے راکھ آگ پر سے اوتر جاتی ہے یہہ ہی وجہہ ہے کہ روز قیامتہ کفار کے حق مین یوم الحزن کہلایا۔ حسرت بے محبت متصور نہین اور محبت طبعی قابل زوال نہین اپنی محبت طبعی ہے اور خالق کی محبت اوس سے مقدم کیونکہ حقائق ممکنہ موجود صرف یا وجود محض ہین ورنہ واجب ہوتے اور نہ معدوم محض ہین ورنہ ممتنع اور محال ہوتے مثل خطوط فاصلہ بین النور والظلمتہ۔ وحدود فاصل کی حقیقت ایک امر اضافی ہے یعنی انتہائی نور مثلاً اوسکو کہتے ہین اور اس سے زیادہ اوسکی تعریف ممکن نہین ایسے حقائق ممکنہ امور اضافتہ یعنی منتہائے وجود صرف ہونگے اسلئے اونکا تعقل اوس ذی منتہا کے تعقل پر موقوف ہوگا اور کیون نہ ہو منتہیٰ کا تصور بغیر تصور ذی منتہیٰ متصور نہیں اس سے زیادہ اور کیا چیز اس کے اضافی ہونے پر دلالت کرے گی مگر یہ ہے تو ممکنات کا تعقل اس ذی منتہیٰ کے تعقل پر موقوف ہوگا اسلئے اپنی محبت بھی ذی منتہا کی محبت پر موقوف ہوگی اور چونکہ ذی انتہا وجود صرف ہے اور اوسکو ذات خداوندی سے ایسی نسبت جیسے شعاع کو آفتاب کے ساتھہ اور جیسے شعاعین بہ نسبت آفتاب اضافی ہین۔ کیونکہ اونکی حقیقت اس سے زیادہ اور کیا بیان مین آسکتی ہین کہ وہ ایک پرتو آفتاب ہے ایسے ہی وجود موصوف بھی بہ نسبت ذات خداوندی کے

ایک امر اضافی ہوگا اور اسیوجہ سے تعلق اوسکا محقق ذات خداوندی کے تحقق پر موقوف ہوگا اور اس کی محبت ذات خداوندی کی محبت پر موقوف ہوگی اور کیون نہو اپنی محبت اسیوجہ سے ہے کہ اپنا تحقق اپنے ہی ساتہہ ہے (اور یہہ بات اس موقوف علیہ مین بدرجہا اولے ہے) یہہ دلیل عقلی تھی نقلی توجیہ یہہ ہے خدا کا ارشاد ہے (ان اللہ لایحب الکافرین) موقع ترش روئی محبوب مین واقع ہے اور اوسکا صدمہ اوسیکو ہوسکتا ہے جسکے دل مین خدا کی محبت ہو کیونکہ ترشروئی محبوب سے محب ہی کا دل تڑپ سکتا ہے اور کافرون کو اس کہنے کی گنجایش ہی نہین ہے کہ محبت نہین تو ہماری بلا سے اس صورت مین آذر بروز قیامتہ مصداق عدواللہ نہوگا بلکہ محب اللہ ہو جاویگا اور علت تبری زائل ہوجاویگی آخر کون نہین جانتا کہ محبت خداوندی فی حد ذاتہ ایک عمدہ بات ہے اور محبت خداوندی بہر طور لائق مراعات باقی عتاب خداوندی مانع محبت مذکورہ نہین بلکہ یہ عتاب خود اس محبت پر مبنی ہے البتہ متقضائے محبت یہہ تہا کہ محبوب کی اوسکے حال پر نظر عنایت ہوتی مگر اسکی یہہ بہی شرط ہے کہ رضا جوئی بہی ہو ورنہ وہ محبت زیادہ تر، سرمایۂ عتاب ہوتی ہے مگر جیسے یہہ مخالفت رضا موجب عتاب ہوجاتی ہے ایسے ہی وہ محبت اکثر باعث سفارش ہوجاتی ہے بالجملہ یہہ سب کارخانہ یعنی عتاب وعنایت وسفارش متقضیات طبیعت مین سے ہوتا ہے۔ اسکی مخالفت بالارادہ کیجاتی ہے یہہ ہی وجہ ہے کہ اہل دل اسوقت سفارش سے باز رہتے ہین کہ اوپر سے ممانعت ہوجائے یہہ ہی وجہ ہوئی کہ کفار کی شفاعت نہ کی جائے گی یہہ نہین کہ اونکی شفاعت ہو نہین سکتی یعنی محال ہے بالجملہ مراعات محبت خداوندی امر طبعی ہے پہر کافر ہو تو بوجہہ ممانعت خداوندی شفاعت کی گنجایش نہین مگر مراعات کچھ شفاعت ہی پر منحصر نہین یہہ مراعات حضرت ابراھیم علیہ السلام غور سے دیکھئے تو از قسم شفاعت نہین بلکہ از قبیلہ طلب حق ہے یعنی آذر کی کیفیت معلومہ کو اپنی رسوائی سمجھکر یہہ عرض کیا کہ مجھے یہہ وعدہ تہا کہ روز قیامتہ تجھکو رسوا نکرینگے شفاعت ہوتی تو وعدہ کے جتانے کی حاجت نہوتی وعدہ کا جتانا خود اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام اپنے حق کے طالب ہین کیونکہ وعدہ سے ایک قسم کا حق وعدہ کرنے والے پر ثابت ہوجاتا ہے یہہ ہی وجہ ہے کہ ایفائے

وعدہ ضرور ہے اور ظاہر کہ شفاعت مین اپنے حق پر نظر نہین ہوتی ۔ اس وجہ سے قبول نہ کرنے سے وہ شخص جس سے سفارش اور شفاعت کیجائے وہ لائق عتاب وملامت نہین ہوسکتا۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

وضاحت

خلاصہ کلام یہہ ہے کہ مسلمان ہو یا کافر ہر شخص کے دل مین محبت خداوندی ہے قیامتہ کا دن کفار کے حق مین یوم الحسرت ہوگا حسرت بغیر محبت اور تعلق کے نہین ہوسکتی البتہ دنیا کی محبت اور دنیا کے تعلقات اور امور دنیا مین انہماک اس محبت خداندی پر غالب آ جاتے ہین ۔ خالق اور مخلوق تعلق کو سب ہی جانتے ہین کون اس تعلق کو منقطع کرسکتا ہے اسیوجہ سے کفار بھی اللہ کو خالق مانتے ہین اور یہہ بات عقلی ہے کہ مخلوق کا تعلق خالق سے ہوتا ہے دوسرے الفاظ مین اس ضمن کو محبت خداوندی بھی کہہ سکتے ہین اب آذر کے دل مین اس لحاظ سے محبت خداوندی ہوگی مگر یہہ شبہ کہ جب اوسکے دل مین محبت خداوندی ہے تو پھر خداوند کریم کے الطاف وکرم کا وہ مستحق ہوگیا پھر ناراضی اور خفگی اور عتاب کیسا۔

محبت خداوندی جب ہی کارآمد اور مفید ہوسکتی ہے کہ رضا الٰہی بھی اوسکے ساتھ موجود ہو اور چونکہ کفر اور شرک ایسے عظیم گناہ ہین اور خدا کی رضا کے خلاف ایسے سخت بڑے گناہ ہین جن سے اللہ تعالے ناراض ہوجاتا ہے اور اگر توبہ نہین کی تو اللہ تعالے کی ناراضگی دائمی ہوجاتی ہے۔ اور پھر اوسکا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور عتاب اور غصہ منافی محبت کے نہین ہے باپ اولاد پر ناراض ہوتا ہے بعض وقت سزا بھی دیتا ہے اور یہہ سب جائز اور بر بناء محبت ہے نہ عداوت اسلئے آذر سے ناراضگی اور خفگی بر بناء اوس محبت کے ہے اور چونکہ کفر اور شرک اللہ تعالے کے انتہائی غصہ کا کام ہے اسلئے بر بناء اس گناہ عظیم کے وہ بخشش کے مستحق نہین ہونگے نہ بر بناء اصل محبت جو اسوقت کالعدم ہے۔

حضرت ابراھیم نے سفارش کی درخواست نہین کی بلکہ اوس وعدہ کو اللہ تعالے کو یاد

دلایا جو اللہ نے انسے کیا تھا کہ روز قیامتہ رسوا نکرون گا لیکن حضرت ابراھیم نے جب اپنے باپ آذر کو بجو کی شکل مین اپنے پیرو کے نیچے دیکھا تو وہ خود متنفر ہو گئے اب وعدہ کے ایفاء کی درخواست سے بھی وہ خود رک گئے کہ ایفاء وعدہ کی کس کے لئے درخواست کرین یہان نہ آذر ہے اور نہ کوئی اور انسان بلکہ وہ آذر بصورت بجو پایا گیا اب ایفائے وعدہ کی گنجائش ہی کہان باقی رہی۔

۵۴۔ دربارہ بسم اللہ شریف

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ بسم اللہ شریف قرآن کا جزء ہے یا نہین اور اگر جزء ہے تو کیا بسم اللہ شریف ہر سورۃ کا جزء ہے اختلاف ائمہ مین راجح قول کیا ہے واضح دلائل نقلیہ وعبارات مدلل بیان فرمائین بعض کا خیال ہے کہ بسم اللہ قرآن کا جزء نہین ہے اس شبہ کو رفع فرماتے ہوے جواب مرحمت فرمایا جائے۔ قاضی ظہور الحسن سیوہاروی

الجواب حامدا ومصلیا ومسلما

مخدومی۔ سلام مسنون۔ آپ نے جواب کیلئے مجھے مخاطب فرمایا ہے اس عزت افزائی کا شکریہ لیکن یہ کام علماء اور اون حضرات کا ہے جو استفتاء کا کام کرتے ہین۔ مین طالب علم جسکو نہ علمی لیاقت اور نہ مسائل پر عبور آپکی کیا تسلی کر سکتا ہے تاھم فہم ناقص مین جو آتا ہے عرض کرتا ہون اور خدا سے دعا کرتا ہون کہ وہ آپ کیلئے تشفی کا باعث ہو۔ وہو ہذا

محترم بسم اللہ ضرور قرآن پاک کا جزء ہے اور نہ اسمین کسی کا اختلاف ہے بلکہ اختلاف صرف ان دو صورتون مین ہے اول یہہ کہ بسم اللہ فاتحہ کا جزء ہے اور نیز ہر سورۃ کا جزء ہے اور یہہ ہی مذہب امام شافعی علیہ الرحمہ کا ہے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک بسم اللہ نہ فاتحہ کا جزء ہے اور نہ کسی اور سورۃ کا۔ عبارت ذیل سے یہہ مفہوم واضح ہے۔ (سُمیّ سرا فی کل رکعتہ وھی آیت من القرآن انزلت للفصل بین السور لیست من الفاتحہ ولا من کل سورۃ۔ وقال الشافعی ھی آیت من الفاتحہ ومن کل سورۃ) (فتح المعین جزء اول) اس عبارت کے بعد شافعی فاتحہ اور ہر سورۃ کے ابتدا مین

بسم اللہ پڑہین گے کہ وہ دونون کا جزء مانتے ہین اور امام ابوحنیفہ امام اعظم کے نزدیک چونکہ وہ نہ فاتحہ کا جزء اور نہ سورۃ کا اسلئے وہ جزء خیال کر کے نہ پڑہین گے مگر چونکہ اجماع صحابہ اسپر ہے اور خود حضورﷺ کا بھی یہہ فعل رہا ہے کہ ہر رکعتہ کی ابتدا مین بسم اللہ پڑھی جائے فاتحہ سے قبل اور مابین فاتحہ وسورۃ نہ پڑھی جائے۔

چونکہ امام اعظم کے نزدیک بسم اللہ نہ فاتحہ کا جزء اور نہ سورۃ کا اسلئے بسم اللہ کو جہری اور سری نمازوں سراً ہی پڑہین گے جیسا کہ کی سراًنی رکعتہ سے واضح ہے نیز حدیث عن انس صلیت خلف النبی وابی بکر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا منہم یقرء بسم اللہ فکانوا الا یجہرون بسم اللہ رواہ احمد والنسائی باسنادہ علے شروط الصحیتہ۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہر رکعتہ کے ابتداء مین فاتحہ سے قبل بسم اللہ کو پڑھنا مسنون ہے گو بعض کا یہہ بھی مسلک ہے کہ بسم اللہ قرآن کا جزء نہین ہے لیکن عبارت محولہ بالا سے واضح کہ بسم اللہ قرآن کا جزء ہے اور یہہ ہی مذہب اصح ہے۔

ووجہہ الاصح اجماعہم علے کتابتہا مع الامر تجرید الصحف وقد توارت فیہ وہو دلیل تواترکونہا قرآنا وبہ اندفعت الشبتہ لاختلاف۔ والدلیل علے انہا لیست من الفاتحہ الحدیث اذا قال العبد الحمد للہ یقول اللہ حمدنی عبدی الی اخرہم الحدیث فلو کانت بسم اللہ منہا لیبتدء بہا۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہوتی تو الحمد لللہ کے ساتھ بسم اللہ سے بندہ ابتدا کرتا حالانکہ بندہ الحمد لللہ سے ابتداء کر رہا ہے اور خداوند کریم جواب مین حمدنی فرمارہے ہین۔ واضح ثابت ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کا جزء نہین ہے البتہ چونکہ بسم اللہ قرآن پاک کا جزء ہے اسلئے ختم القرآن پاک کا وقت کسی مقام پر ایک مرتبہ بسم اللہ شریف کو پڑہ لینا چاہئیے۔ زمانہ نبوت سے لیکر آج تک یہہ ہی معمول رہا ہے ہذا ھو والمقصو دحررہ خادم ملت الجواب صحیح شیخ التفسیر الحدیث (عبدالرحمٰن کان اللہ لہ ومولانا سید رضا حسن مدرس

نوٹ: حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدر مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (مولانا) محمد امین

مدرس۔

حضرت والد بزرگوارؒ کی وفات کے بعد محترم قاضی ظہور حسن صاحب سیوہاروی نے یہہ استفتاء بندہ کے پاس بھیجا تھا مین اس زمانہ مین تدریسی خدمات انجام دے رہا تھا اپنے اساتذہ سے مین نے اس مسئلہ کی تحقیق کی بحمد للہ یہہ مسئلہ صاف ہوا اور مدلل لکھکر قاضی صاحب کی خدمت مین روانہ کیا تھا بغرض رفاہ عام مسلمین شائع کیا جاتا ہے سید محمد رضوی

قاضی صاحب موصوف ذہین اور قابل شخص تھے مقبول شاعر بھی تھے تاریخ پر کافی عبور تھا اور حضرت والد بزرگوارؒ کے حلقہ ارادت وسلسلہ مین داخل تھے اس وجہ سے قاضی صاحب کو مجھ سے خاص لگاؤ اور تعلق تہا اور اسی بناء پر قاضی صاحب نے استفتا مجھ حقیر کے پاس جواب کیلئے بھیجا سوال سے قاضی صاحب کی ذہانت کا ہی پتہ چلتا ہے۔ اسوقت قاضی صاحب بقید حیات نہین ہین اللہ تعالے اون کی مغفرت فرمائے آمین سید محمد رضوی

قاضی صاحب مرحوم کو کہ بہ سلسلہ تالیف وتصنیف حضور نظام دکن سے بھی غالباً پچاس ساٹھہ روپیہ ماہانہ کی امداد تا حیات ملتی رہی۔

۵۵۔ مہر فاطمی اور مہر شرعی

کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ مہر فاطمی کی تعداد کیا تھی او مہر شرعی اور مہر فاطمی مین کوئی فرق ہے یا ایک ہین۔

الجواب

مقدار مہر حضرت فاطمہؓ کی تخمیناً ایک سو ساڑھے چھپن روپیہ ہوتی ہے اور مہر شرعی سے اکثر عرف مین مہر فاطمی مراد لیتے ہیں اس صورت مین مہر فاطمی اور مہر شرعی مین کوئی فرق نہوگا اور نہ اصل مہر شرعی سے مراد کہ ادنے مقدار اوسکی دس درہم سے کم نہو اور قدر زائد کی کوئی مقدار نہین زوجین جسقدر پر راضی ہون وھی مقدار ہے البتہ کی مہر مسنون ہے (درھم کی مقدار مستحب ساڑھے

ماشہ چاندی ہے) واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب

نقل فتوی مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی

۵۶۔ جائداد بعوض دین مہر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس امر میں کہ زید کی ایک زوجہ اور تین دختر ہیں۔ اولادِ ذکور نہیں ہے۔ زید نے اپنی حیات وصحت میں بعد فراغ شادی دختران روبرو ہر سہ دختران و مرد و عورت خاندان خود یہ بیان کیا کہ زیور و نقدی جو مرے پاس تھا وہ سب لڑکیوں کی شادی میں، مین نے خرچ کر دیا۔ اب مرے پاس سوائے جائداد منقولہ کے کچھ نہیں ہے اس جائداد کو میں تمہارے سامنے اپنی زوجہ کو بعوض دین مہر پانچ ہزار روپیہ کے دیتا ہوں۔ آج سے یہ مالک و قابض ہے اس کو اختیار ہے کہ خواہ بیع رہن کرے یا رکھے چنانچہ اسی سال ۱۸۹۱ء سے کل آمدنی جائداد کی حسب اقرار زبانی زوجہ زید مذکور کے تحت تصرف و قبضہ اختیار پر مبنی ہے ہی بعد اس اقرار زبانی کے زید نے تا حیات خود جائداد مذکورہ میں اپنی زوجہ کے کچھ تعرض نہیں کیا وہ جائداد و آمدنی جائداد کی بطور خود مالک و متصرف رہی اور انتقال زید کے داخل خارج جائداد کا زوجہ زید کے نام ہوا ان ہر سہ دختران نے اپنے نام داخل خارج ہونا نہ چاہا بلکہ اپنے حصے سے دست بردار ہو کر بیان کیا کہ ہماری والدہ بعوض دین مہر کے ہمارے باپ کی زندگی میں اس کا جائداد پر قابض و متصرف رہی ہم اپنے نام کا درج کرانا نہیں چاہتے بعدہ دو دختران خورد بحیات والدہ خود فوت ہو گئیں۔ ایک نے ایک پسر دوسری نے ایک دختر چھوڑی اور ایک دختر کا شوہر بھی منجملہ ہر دو دختران مذکور کے اپنی زوجہ کی حیات میں فوت ہو گیا۔ بعد انتقال ہر دو دختران مذکورہ کے زوجہ زید نے ایک ہبہ نامہ منجملہ جائداد در آمدہ دین مہر خود کی تخمینہ قیمت چار ہزار پانسو روپیہ اپنی دختر کلان موجودہ کے نام تحریر کر کے تکمیل رجسٹری وغیرہ سے کرادی اور باقی آمدنی جائداد کو تا حیات خود اپنے خرچے و اخراجات ضروری کے واسطے رکھی اور اپنے خاندان والوں سے بیان کیا کے بعد انتقال

مرے اس جائداد باقی کی بھی مالک مری دختر موجودہ ہوگی اس کے بعد زوجہ زید بھی فوت ہوگئی۔ اس میں حکم فرائض کیا ہے یعنی ہر دو دختر اور دختران متوفیہ نے چھوڑے ہیں ان کا کوئی حق جائداد مذکورہ میں باقی یا اور کل جائداد سکنی وصحرائی پانچ ہزار سے زیادہ ہی نہیں اور پانچ ہزار دین مہر زوجہ زید کا ہے۔

الجواب

مدارِ عقود شرعیہ ایجاب وقبول عاقدین پر ہے۔ کاغذات تحریری جن کو قبالہ جات و دستاویزات بغرض یادداشت ہیں اور رجسٹری جواز جملہ شہادت ہے بغرض توثیق ان پر مدارِ عقود نہیں پس زید نے یہ تمامی جائداد روبروئے خاندان وبہ موجودگی دختران بعوض دین مہر اپنی زوجہ کو دیدی یہ ہبہ زید کا صحیح ہے اور یہ ہبہ بیع درست زید کا اپنے زمانہء حیات میں اس جائداد کو زوجہ کے تصرف میں اپنی تکمیل عقد کی کافی دلیل۔ اور یہ کل جائداد مملوکہ زوجہ زید ہے۔ زید کی ملک نہیں۔ فوت زید وہ متروکہ زید قرار پائے اور دخترانِ زید کو اپنے حصہء شرعیہ کا اس میں استحقاق ہو حال زوجہ زید متوفی کے نام اِس جائداد کا داخل خارج ہونا ضرور تھا بالخصوص اس حالت دخترانِ زید نے جو وارث زید تھیں اس کا اقرار کیا ہے کہ یہ جملہ جائداد بعوض دینِ مہر ہی والدہ کی ملک ہے اور ہم کو اس میں کچھ دعویٰ نہیں اب چونکہ زوجہ زید نے بحالت صحت وعقل اور اپنی دختر کے نام ہبہ کردی۔ یہ تصرف اس کا نیز صحیح ہے۔ جس قدر جائداد ہبہ کرنے سے باقی تھی اس کا بھی ہبہ زبانی کردیا ہے۔ دوسرے برتقدیر عدم صحت یہ تسلیم ہبہء زبانی وہ متروکہء زوجہء زید ہوگی۔ وارث اس کی ایک دختر ہے دختران فوت شدہ کی اولاد۔ دختر چونکہ از جملہ اصحاب فروض ہے اور اولاد دختر جملہ ذوی الارحام اور ہوتے اصحاب فروض کے ذوی الارحام محروم رہتے ہیں۔ اس لئے صورت مستفسرہ میں مسئلہ ردیہ ہوکر جملہ جائداد باقیہ نیز دختر کو ملے گی اور اولاد دختر محروم رہے گی واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن الحسینی الامروہی

۵۷۔ نقل فتوی دار العلوم دیو بند

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک چھوٹا محلہ ایسا ہے کہ وہاں پر اولا کوئی مسجد نہ تھی۔ اس محلے کے بعض بعض شخص دوسرے محلے کی مسجد میں جو بہت قریب ہے نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے پھر تھوڑے دنوں کے بعد سب لوگ متفق ہو کر اس محلے میں ایک مسجد بنوائی لیکن بانی مسجد اس کا ایک ہی شخص ہے سب کو نماز کے لئے اذن عام دید یا عرصہ مدت تک اس مسجد میں وہاں کے سب لوگ نماز جمعہ پڑھی پھر کسی دنیا کے معاملات کی وجہ سے اس محلہ مذکور کے بعض شخص سے اور بانی مسجد سے غایت درجے کی دشمنی ہوگئی۔ حتیٰ کہ اس مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور سابق میں جس مسجد میں پڑھتا تھا اس کی بنا کے قبل ۔۔ پھر وہاں پر پڑھنا شروع کیا جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تم اپنے محلے کی مسجد میں کیوں نماز نہیں پڑھتے ہو تو کہتا ہے کہ ہم کو خوف معلوم ہوتا ہے وہان جانے میں۔ ہم نے سنا ہے کہ بانیٔ مسجد کہتا ہے کہ اگر فلاں شخص ہماری اس مسجد میں آوے تو میں ان کو قتل کرونگا۔ اور جب بانی مسجد سے پوچھا جاتا ہے تو کہتا ہے یہہ سب جھوٹ ہے میں نے اس کو ہرگز نماز کے لئے منع نہیں کیا کیونکہ مسجد تو میں نے اللہ کے واسطے بنوائی ہے۔ نماز کے ساتھ کیا دشمنی۔ ہاں البتہ ان کے اور ہمارے درمیان دنیا کے چند معاملات میں نا اتفاقی اور دشمنی ہے اور گواہ ہر ایک کا اپنے اپنے دعویٰ پر موجود ہے تو اس تقدیر پر وہ شخص کہ جس کے اور بانی مسجد کے درمیان دشمنی سے اس چھوٹے محلہ مذکورہ میں دوسری مسجد بنوا کر جمعہ وغیرہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور یہہ مسجد ثانی، مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں؟ یا مسجد ضرار کے اس کا جواب، دلائل واضح و فقہی بمطابق مذہب حنفیہ کے تحریر فرمائیں۔ حکم الثواب عند الملک العزیز الوہاب

الجواب

دنیاوی دشمنی اور عداوت کے سبب دوسری مسجد قریب مسجد اول کے بنانا جبکہ بنا اس کی محض اسی لئے ہے جائز نہیں اور کیا عجب ہے کہ حکم مسجد ضرار میں ہو جاوے اگرچہ نماز اس میں بھی

ہو جائے گی مگر یہہ امر درست نہیں کہ موجب تفرقہ اہل اسلام ہے۔

کتبہ عزیز الرحمن غفرلہ دیوبندی

الجواب صحیح

بندہ محمود حسن غفرلہ دیوبند

۵۸۔ بیع وہبہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلے میں کہ شیخ نجیب خان فوت ہوئے ایک زوجہ، تین دختر اور تین برادر زادگان چھوڑے وقت اندراج نام ورثہ کا غذات سرکاری میں دختران نے یہہ اظہار کیا چونکہ والدہ ہماری ترکہ پر بدین مہر قابض ہے لہٰذا اپنا نام لکھوانا نہیں چاہتے بلکہ نام ہماری والدہ کہ درج کاغذات سرکاری ہو جائے پس کاغذات میں نام زوجہ کا ہوا اور دختران اور برادر زادگان کا نام درج نہیں اب سوال یہہ ہے کہ آیا اظہار کلام دختران سے اور درج ہونے نام زوجہ سے کاغذات سرکاری میں اس ترکہ میں سے حصہ دختران کا ساقط ہو گیا اور سب ترکہ ملک خارجہ میں ہو گیا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں ترکہ غلام نجیب خان سے حصہ دختران کا ملک والدہ دختران میں ہرگز منتقل نہیں ہوا۔ اور اس کلام اور اظہار دختران سے اور درج ہونے نام والدہ سے کاغذات سرکاری میں حصہ میراث دختران کا ساقط نہیں ہوا بلکہ ملک دختران کی اپنے حصہ میراث میں بحال قائم ہے ہرگز اس کلام سے ملک والدہ میں انتقال نہیں ہوا۔ کیونکہ یہاں سبب انتقال ملک دختران سے ملک والدہ کے دو امر کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ایک ہبہ دوسرے بیع اور بیع دونوں سبب یہاں معدوم ہیں۔ اس کلام و اظہار سے نہ ہبہ ہو سکتا ہے نہ بیع اول یہ کہ بیع و ہبہ میں بائع اور واہب خطاب مشتری اور موہوب بھی کر کے کہتا ہے۔ کہ یہہ چیز میں نے تم کو دی یا وکیل مشتری اور وکیل

موہوب سے کلام کرتا ہے اجنبی آدمی سے یہہ کلام لغو ہے کیونکہ اس سے عقد اور ہبہ نہیں ہے غیر
سے ایسے کلام کا کہنا اخبار ہوتا ہے کہ جو قبل وقوع بیع و ہبہ کذب ولغو ہے کیونکہ عقدِ بیع و ہبہ انشاء
ہے کہ اسی وقت یہہ کیا جاوے نہ جبر کہ جس کا وجود پہلے ہو چکا ہے پس اہل مدسر کاری جس سے
دختران نے خطاب کیا کہ نام ہماری والدہ کا درج کیا جائے نہ اصل ہے نہ وکیل۔ والدہ کا ہے۔
بلکہ وکیل سرکار کا ہے پس اس سے کلام کرنے میں عقد بیع و ہبہ کا ہونا محال ہے لہٰذا اس اظہار سے
ہرگز عقد بیع و ہبہ نہیں ہوسکتا۔ قال فی الہدایہ البیع ینعقد بالایجاب والقبول اذا کانا بلفظ الماضی مثل
ان یقول احدُ ہما بعث والاخر اشتریت وفیہ ایضا فی البیان البیعت تصح بالایجاب والقبول القبض۔
اما الایجاب اولقبول فلانہ عقد والعقد ینعقد بالایجاب والقبول۔ وقال فی الہدایۃ وینعقد الیہ بقولہ
وہبیتُ ونحلت واعطیتُ الخ

پس جس صورت میں کہ یہاں دوسرا کوئی مخاطب قبول کرنیوالا موجود نہیں نہ اصالۃ نہ
وکالۃ تو یہہ عقد بیع و ہبہ نہیں ہوسکتا۔ دوسرے یہہ کہ یہ الفاظ اظہار کے الفاظ بیع و ہبہ نہیں کیونکہ
الفاظ بیع و ہبہ سے وہ ہوتے ہیں۔ کہ جس سے تملیک کسی شے کی دوسری کوئی پائی جائے۔ اور یہاں
یہہ لفظ کہنا کہ نام والدہ کا درج ہو اعطاء و تملیک پر کسی وجہ سے دال نہیں بلکہ اس کے معنی نام لکھا دینا
ہے جو تملیک کے غیر ہے۔ پس جب معنی اعطاء و تملیک کے اس میں نہ پائے گئے۔ تو یہ لفظ مفید
ہبہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ مفید بیع ہوسکے۔ کیونکہ بیع و ہبہ بدون ایجاب کے منعقد نہیں ہوسکتے قال فی
درالمختار فی بیان معنی الایجاب والقبول وہما عبارۃ عن کل لفظین ینبئان عن معنی التملیک والتملک
ماضیین (دو ماضی) کبعت واشتریت وحالین۔

۔اور الفاظ ہبہ میں سے ہبہ بھی یہ لفظ نہیں کیونکہ الفاظ ہبہ کی وہ ہوسکتے ہیں جن میں معنی
تملیک پائے جائیں اور فرق ہبہ اور بیع میں صرف ثمن کا وجود عدم ہے۔ پس جیسے الفاظ تملیک بیع
کے واسطے ضروری ہیں ایسے ہی صحت ہبہ بھی الفاظ تملیک پر موقوف ہیں۔ اسکے باوجود یہ اگر یہہ
لفظ ہبہ و بیع کے واسطے مستعمل ہوتا بھی تاہم یہہ لفظ امر ہے اور صحت بیع وانعقاد عقد بیع کے واسطے

الفاظ ماضی شرط ہے۔ جیسا کہ عبارت متقدمہ ہدایہ سے واضح ہے نیز درمختار میں ہے۔ واما المتمحض للاستقبال نکالامر لایصح اصلاً تیسرے یہ کہ یہاں والد کی طرف سے کوئی لفظ قبول نہیں بلکہ محض سکوت ہے اور عقدِ بیع و ہبہ بدون قبول کے منعقد نہیں ہوسکتا لہذا جب ایجاب مرتفع تھا قبول بھی یہاں نہیں ہے۔ پس بلا ایجاب وقبول کے اس کا عقد بیع ہونا ممکن نہیں کیونکہ ایجاب وقبول رکن بیع وہبہ ہیں۔ کما قال فی الہدایہ فی باب البیع ینعقد بالایجاب والقول وفی درالمختار ولا یتوقف شطر العقد فیہ ای البیع علی قبول غائب فلو قال بعث فلاناً الغائبِ فبلغہ فقبل لم ینعقد وفیہ فی بیان الہبہ ورکنہا الایجاب والقبول۔

چوتھے یہہ کہ اگر اسکو ہبہ تسلیم کیا جائے تو ہبہ مشاع کا فاسد ہے اور موجب ملک موہوب لہ کا نہیں ہوتا اور یہہ ترکہ مشترک ہے کیونکہ اس میں حصہ برادرزادگان کا بھی موجود ہے پس اگر دختران نے اپنا حصہ والدہ کو ہوسکتا بھی ہو تو یہہ مشاع کا ہوگا۔ اور یہہ مشاع سے ملک والدہ کی شے موہوب میں ہرگز نہیں ہوسکتی۔ قال فی درالمختار ولو سلمہ شائعاً لایملک ولا ینفذ تصرفہ فیہ اور بیٹو نکا یہہ قول کہ والدہ ہماری بدین مہر ترکہ پر قابض ہے جواب اسکا یہہ ہے کہ قبضہ زوجہ کا ترکہ زوج پر بدین مہر قبض ملک نہیں ہوتا بلکہ قبض اس کا قبض رہن ہوتا ہے کہ زوجہ کو اختیار بیع رہن کا نہیں لہذا اس قبضے سے کبھی ملک والدہ کی جو زوجہ متوفی ہے۔ ثابت نہیں ہوتی۔ البتہ اگر ورثہ بیع شرعی بعوض دین مہر کہ دین یا حاکم دین مہر میں ترکہ نیلام کرادیتا تو زوجہ البتہ مالک ہوسکتی تھی۔ مگر یہاں معلوم ہے کہ ورثہ نے بیع نہیں کی اور نہ حاکم نے نیلام کرایا اس کو کسی طرح ملک زوجہ نہیں کہہ سکتے۔

مہر اسمہ احمد

۵۹۔ اذان میں تقبیل ابہامین

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اذان میں نام پاک ﷺ کا سن کر انگوٹھونکا چومنا اور آنکھون سے لگانا سنت ہے یا فرض یا کیا ہے۔ جواب صاف

حدیث صحیح سے مع ترجمہ حدیث بینوا توجروا۔

الجواب

نہ سنت ہے نہ فرض نہ واجب ہے نہ مستحب بلکہ بدعت ہے اور بے اصل جو احادیث کے بارے میں نقل کی جاتی ہیں اور جن روایات کے بھروسے تقبیل ابہام کو سنت یا مستحب سمجھا جاتا ہے وہ جملہ بہ تحقیق محدثین نامعتبر ہیں بلکہ از جملہ موضوعات۔ امام شوکانی کتاب فوائد مجموعہ فی احادیث الموضوعہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ حدیث مسح العینین بباطن انملی السباتین عند قول الموذن اشھد ان محمد الرسول اللہ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی بکر الصدیق مرفوعاً قال ابن الظاہر فی التذکرۃ لایصح انتھی اور نیز تحریر فرماتے ہیں من قال حین یسمع اشھد ان محمد الرسول اللہ مرحبا بحبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ ثم یقبل ابھامیہ و یجعلھما علی عینیہ، لایصح۔ اور شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی اپنی کتاب مقاصدی احادیث المشتہرہ علی الالسنۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔ لایصح فی المرفوع من کل ھذا الشئی

اور ملا علی قاریؒ نے تذکرۃ الموضوعات میں ان احادیث کو از جملہ موضوعات تحریر فرمایا ہے روایات فقہ جو اس کے استحباب میں خزانت الرویات یا کنز العباد و جامع الرموز و فتاویٰ صوفیہ سے نقل کی جاتی ہیں۔ وہ بھی نامعتبر ہیں۔ کتب متدالدلہ عندالعلماء میں کہیں اس قسم کی روایات کا پتہ نہیں اور خود یہ کتابیں جن سے ان روایات کو نقل کیا جاتا ہے اور نام ان کے اوپر مرقوم ہوئے عندالعلماء نامعتبر ہیں۔ ان کتب میں رطب و یابس کو بلا تنقیح جمع کر دیا ہے چنانچہ مولانا مولوی عبدالحی صاحب لکھنویؒ نے اپنے رسالہ النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر میں اس مضمون کو مفصل لکھا ہے بالجملہ مسئلہ تقبیل الابھامین ایک بے اصل مسئلہ ہے احادیث صحیحہ و روایات کے بالکل خلاف۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصوب۔

حررہ خادم الطالبہ (احمد حسن غفرلہ)

۶۰۔ رسم ورواج دو جا تیجہ بیسواں چالیسواں

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیاں شرع متین اس مسئلے میں کہ یہاں پر جو رسم ورواج جاری ہے کہ سوم دوم وبستم وچہلم کو قبرستان میں جا کر کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور ثبوت اسکا کتاب تِلک عشر سے لیا ہے اس حدیث سے کہ آپ ہر سال کے ختم ہو جانے پر قبرستان شہداء اُحد پر جاتے تھے۔ مع اصحاب کے جواب صاف صاف حدیث صحیح سے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب

ادلّہ شرعیہ دو طور پر ہیں ایک وہ جن کو شارع نے قید زمان ومکان ودیگر قیودات و تعینات کے ساتھ مقید فرما کر مامور فرمایا ہے۔ مثلاً نماز جس میں قیودات زمانی ومکانی وتعداد رکعات وغیرہ سب ماخوذ ہیں یا روزہ جس کی ابتداء وانتہاء کو محدود وموقت کر کر مامور فرمایا گیا۔ ایسے اوامراء ایسے مامورات شرعیہ کو مقید کہتے ہیں۔ دوسری قسم وہ جس میں کوئی قید زمانی ومکان اور کوئی ہیت خاصہ اس کی ادا کے اندر ماخوذ نہیں کیف ما اتفق جس طور پر بن پڑے ادا کرنا اسکا صحیح ہے مثلاً جہاد کہ بعد رجاء شوکت جس طور پر کہ موقع وقت سمجھا جائے ادا کرنا اس کا صحیح ہے۔ زمان خاص اور وقت معین یا مکان خاص یا سلاح مخصوص یا عدد معین کوئی قید اس میں ماخوذ نہیں ایسے مامور شرعی کو مطلق کہتے ہیں۔ مطلق شرعی ہر مقید میں موجود ہو سکتا ہے۔ کسی قید مخصوص کے ساتھ اس کو مقید کر لینا اور قید خاص کو اس میں داخل سمجھنا بدعت ہے۔ جیسے مقید شرعی کی قیودات کو اُٹھا دینا اور یوں سمجھنا کہ بضمن ہر مقید ادا ہو سکتا ہے۔ قید خاص کی کیا ضرورت ہے بدعت ہے۔ بالجملہ مطلق شرعی کو مطلق رکھنا ضرور ہے اور مقید شرعی کو مقید۔ مطلق کا مقید کرنا اور مقید کا مطلق دونوں از جملہ بدعات مستقبحہ ہیں۔ کیوں نہ ہو کل بدعت ضلالتہ وکل ضلالت فی النار ایصال ثواب نیز مطلق شرعی ہے کوئی قید زمان ومکان اور کوئی ہیئت خاصہ اور طرز خاص اس میں ماخوذ نہیں۔ نقد ہو یا طعام جو بن پڑے بدنی ہو یا مالی ہر طرح ایصال ثواب جائز ہے اور امید ہے کہ مردہ کو ثواب ملے اور فائدہ ہو اس کو مقید کرنا بے شک بدعت قبیحہ ہے

فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی الموسم واتخاذ الدعوت لقرأ القرآن وجمع العلماء والقراء للختم اوالقرأۃ سورۃ الانعام والاخلاص یعنی مکروہ ہے تیار کرنا کھانے کا پہلے دن یا تیسرے دن یا بعد ہفتہ یا لیجانا کھانے کا بجانب قبر عرس وغیرہ مین اور دعوت لینا بوجہ قرآن خوانی کے اور جمع کرنا صلحاء اور قراء کا واسطے ختم قرآن کے یا واسطے ختم سورہ انعام واخلاص کے۔

علامہ مستملی شارح منیۃ المصلی تحریر فرماتے ہیں یکرہ اتخاذ الضیافۃ من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الحزن وہی بدعت متقبحۃ یعنی مکروہ ہے ضیافت لینا اہل میت سے اس لئے کہ ضیافت فی حالت السرور مشروع نہ فی حالت الحزن والغم اور ضیافت یعنی بدعت قبیحہ ہے اور فتح القدیر مین نیز یہی عبارت مرقوم ہے۔ بالجملہ تعیین وقت مثلاً سوم دہم بستم چہلم اور قبر پر بالالتزام جانا اوران رومات ناجائزہ کو ادا کرنا دونوں از جملہ بدعات متقبحہ (قبیح) ہین اور جائز نہیں۔ حضور سرور عالم ﷺ کا علی راس کل حول یعنی ہر سال شہداء اُحد کے قبرستان پر جانا بغرض اداء رسم چہلم وبرسی وغیرہ کہیں ثابت نہیں اور نہ کسی روایت صحیحہ مین جوائمہ حدیث کے نزدیک صحیح ہو ثبوت اس مضمون کا۔ البتہ علی سبیل الاتفاق ولو کان علی راس الحول زیارت قبور کی غرض سے تشریف لے جانا بیشک ثابت ہے یون نہیں کہ حضور وہاں تشریف لے جاکر کوئی رسم ان رسوم مروجہ سے ادا فرماتے ہون۔ حاشا ثم حاشا یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ عن محمد بن ابراہیم قال کان النبی ﷺ یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالی عنہم یعنی نبی کرم علیہ التحیات والتسلیم وحضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالی عنہم قبور شہداء پر ہر سال جاکر سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار فرمایا کرتے تھے۔ اس حدیث سے زیارت قبور شہداء کو اور سلام علیکم جواز جملہ آداب زیارت قبور ہے کہنا ثابت ہوا۔ رسومات مروجہ کا ادا کرنا ثابت نہیں پس اس حدیث سے استدلال کرنا غلط ہے ہرگز صحیح نہیں۔ واللہ سبحانہ تعالی اعلم وعلمہ اتم

حررہ خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن الحسینی غفرلہ

۶۱۔افادہ

کنایات طلاق ان الفاظ کو کہتے ہیں جن کی وضع طلاق کے واسطے نہ ہو یعنی جو صراحتاً طلاق پر دلالت نہ کریں مگر معنی طلاق کو محتمل ہون اور احتمال طلاق کا رکھتے ہون ان کی تین قسم ہین ایک وہ قسم کہ جیس معنی طلاق کو محتمل ہو۔ ردکلام کو نیز محتمل ہو جیسا کہ لفظ اخرجی اذہبی، قومی دوسری وہ قسم کہ ردکلام کے سوا معنی سب وشتم وزجر کا احتمال رکھے جیسا کہ الفاظ خلیہ، برتیہ، تبتہ، حرام، مامن تیسری وہ قسم کہ ردکلام کا اس میں احتمال ہو نہ سب، گالی کا حالت رضامندی میں یعنی وہ حالت کہ مذکورہ طلاق ہو نہ حالت غضب ہو ہرسہ اقسام کے تلفظ سے طلاق بدون نیت واقع نہیں ہوتی حالت رضا مین وقوع طلاق نیز نیت پر موقوف ہے اور حالت غضب مین قسم اول اور قسم ثانی دونون وقوع طلاق نیز نیت پر موقوف ہے اور اگر نیت نہین گو حالت غضب ہے طلاق واقع نہین ہوئی ہان قسم ثالث کے الفاظ کہنے سے بحالت غضب طلاق بغیر نیت واقع ہو جاتی ہے۔ اور حالت مذاکرہ طلاق میں یعنی جس وقت مین یا تو زوجین مذاکرہ طلاق کر رہے ہون۔ قسم اول کے الفاظ موقوف علی النیت ہین اور قسم ثانی اور قسم ثالث کے الفاظ اگر غایت مذاکرہ طلاق زبان سے سرزد ہون تو بغیر نیت طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

واللہ اعلم علمہ اتم

خادم الطلبہ احقر الزمن

۲۸ جمادی الثانی چہار شبہ ۱۳۱۵

۶۲۔جواب سوال برآمدہ از کاٹھیاواڑ

الجواب واللہ تعالیٰ ملہم بالحق والصواب

اولیاء کرام کی تعظیم بے شک از جملہ شعائر اسلام ہے اور ان سے عقیدت راسخہ اور محبت صادقہ رکھنے والا بے شبہ من جملہ آثار کمال ایمان ہے حضور سرور عالم ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

من احب اللہ والغیض اللہ واعطی اللہ ومنع للله فقد استکمل ایمانہ مگر ہر چیز کا حسن اور اس کی خوبی اسی
وقت تک محفوظ رہتی ہے کہ وہ شئے اپنے اندازے پر رہے نہ کم ہو نہ زیادہ ورنہ حسن کہاں۔ بیشک
بعد کمی بیشی کے وہ شئی قبیح و مذموم ہو جاتی ہے حسیات میں دیکھئے۔ کھانے میں خوبی طعام وخوش
ذائقگی مطعومات جملہ نمک کے ساتھ وابستہ ہین یہ خوبی ذائقہ ولذت طعام جملہ اسی وقت محفوظ ہے
کہ نمک اپنے اندازے پر محفوظ رہے نہ کم ہو نہ زیادہ ورنہ درصورت کمی بیشی نمک کے عمدہ عمدہ
اغذیہ کیسی بدمزہ ہو جاتی ہین اور کس درجہ باعث تلخکامی۔ دینیات مین ملاحظہ فرمایئے حضرت عیسی
علیہ السلام سے حسن اعتقاد رکھنا کیسا اچھا اور کس درجہ ضروری کہ بغیر اس کے ایمان میسر نہیں لیکن
اگر اس درجہ افراط کے ساتھ کہ ان حضرت کو عین اللہ یا ابن اللہ سمجھا جائے یا اسمرتبہ کم کہ ان کی
نبوت پر اقرار نہ ہو ایمان کہاں اور حسن کجا۔ اس درجہ قبیح و مذموم کہ عین کفر۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
سے عقیدت اور محبت راسخہ رکھنی کیسی اچھی اور کیسی ضرور بغیر اس کے فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت
سے خارج لیکن اگر اس مرتبہ افراط کے ساتھ ہو کہ ان حضرات کو اوّل الخلفاء اعتقاد کیا جاوے یا ہم
مرتبہ حضرت رسالت یا اتنا کم کہ بجائے حسن عقیدت کے بداعتقادی ہو حسن کہاں اس مرتبہ قبیح کہ
بعد اس افراط وتفریط کے یا رافضی قرار پائے یا خارجی۔ بدعت جو شرعاً مذموم ہے اور وہ بھی اس
مرتبہ کہ ارشاد فرماتے ہیں کل بدعت ضلالت وکل ضلالت فی النار یا فرماتے ہیں البدعت شرک
الشرک یعنی جیسا کہ شرک منافی ہے لا الہ الا اللہ کے اور اس اول جز و ایمان کے مخالف ہے علی ھذا
بدعت دوسرے جز و ایمان کے خلاف ہے اور محمد رسول اللہ کے منافی۔ بنا اس درجہ مذمومیت کے
اس امر پر ہے کہ امور شرعیہ اور مسائل احکام دینیہ جس اندازہ کے ساتھ شارع کی طرف سے ثابت
ہین۔ بعد احداث بدعت وایجاد امور جدیدہ اس انداز شرعیہ پر محفوظ نہین رہتے بلکہ ان میں یا افراط
زیادتی من عند النفس واقع ہوتی ہے یا کمی وتفریط۔ یا لجملہ مدار حسن اعمال وخوبی افعال نیز اس پر
ہے کہ وہ اعمال وافعال اپنے اندازہ شرعی پر محفوظ رہین ورنہ وہ اعمال اگرچہ از جملہ حسنات تھے بعد
افراط وتفریط از جملہ سیئات ہونگے۔ اکابرین واولیاء ومقربان امت سے محبت صادقہ اور عقیدت

راسخہ رکھنے اس وقت تک حسن اور از جملہ آثار ایمان ہے کہ وے حضرات رضوان اللہ تعالی اجمعین
اپنے انداز عبودیت و مرتبہ بندگی سے متجاوز نہ ہون۔ ورنہ اس مرتبہ افراط کے ساتھ کہ ان کو عین خدا
سمجھا جائے یا کارخانہ قدرت قادر مختار مین دخیل کار محبت رکھنے اور اس زیادتی کے ساتھ اعتقاد کرنا
عین شرک ہے اور کھلا کفر اعاذنا اللہ و سائر المسلمین منہ۔ مضمون مندرجہ سوال سے ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ مرتکبان ان اعمال قبیحہ و حرکات شنیعہ کے حضرت شیخ علیہ الرحمہ والرضوان کو عین خدا سمجھتے ہین
اور کارخانہ قدرت مین پورا دخیل اور وہ بھی اس مرتبہ کہ خود حضرت شیخ علیہ الرحمہ یک طرف وہ لکڑی
جس کو خود اپنے ہاتھون سے کاٹ تراش چھیل چھالکر بندش کیا ہے اور وہ پھول جس کو آپ نے
گوندھا۔ بعد اس شرف کے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ والرضوان کی جناب اقدس تک منسوب ہون
اور ان حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف انتساب کر کر ان کے نام زد کے جائے اس مرتبہ
مقبول ہو جائے کہ ان کے روبرو مراتب عبودیت بجالانا اور سجدہ و طواف وغیرہ کرنا جملہ جائز ہو جاتا
ہے۔ ان سے مرادات مانگنا صحیح ہے اور ان کو پورا کرنے مرادات کی اور بیٹا وغیرہ دینے کی قدرت
ہے اعاذنا اللہ من ذلک کلہ۔ بعد جملہ حرکات شنیعہ از جملہ شرکیات من جملہ بدعات سئیہ مرتکب ان
کا کافر ہے یا اعلیٰ درجہ کا بدعتی ان کو چاہیے اپنی ان حرکات شنیعہ سے توبہ صادقہ کرین اور ایسی رسوم
باطل کو بالکلیہ چھوڑ دین ورنہ حشر اپنا کفار و مشرکین کے ساتھ سمجھیں۔ و ماعلینا الا البلاغ واللہ یہدی
من یشاء الی صراط مستقیم وھو بکل شئی علیم

حررہ خادم الطلبہ احقر الزمن

احمد حسن الحسینی الامروہوی الچشتی الصابری غفرلہ
والوالدیہ واحسن الیہما والیہ

۶۳۔ تعظیم مسجد

الجواب

تعظیم مسجد از جملہ ضروریات دین ہے اور وہ بھی اس مرتبہ کہ وضوء باین کہ از جملہ عبادات ہے مگر چونکہ منافی تعظیم مسجد ہے سطح مسجد پر کرنا جائز نہین مکروہ تحریکی ہے اور تھوکنا نیز ممنوع ہے۔

یکرہ المضمضہ والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمہ موضع اتخذ لذلک لا یصلی فیہ او توضأ فی الاناء ولا یبزق فی المسجد لا فوق البواری ولا تحت الحصیر لانا امرنا تعظیم المسجد وصونہا عن النجاسۃ فیاخذ النجاسۃ فی ثوبہ ویلقیہا فی المسجد

ملتقط من فتاوی قاضی خان

پس تھوکنا نہایت تعظیم مسجد کی بنا پر از جملہ نجاسات ناجائز رہا اور وضو اور مضمضہ توہین مسجد کو ملتزم ہوا۔ کتون کا یا اور جانورون کا مسجد مین بیٹھنا اور بول و براز کرنا کیونکر جائز ہوگا اور کیون نہ تعظیم مسجد کے خلاف اور اس کی توہین کا باعث ایسی حالت مین اہل اسلام پر لازم ہے جس طرح ہو سکے مسجد کو اس کھلی اہانت سے محفوظ کرین اور اس کی عظمت کو قائم۔ بے شک مسجد کا شکستہ ہو کر ناآباد پڑا رہنا باعث اس اہانت و لی تعظیمی کا ہوا جس طور ممکن ہو خواہ تعمیر کر کر خواہ بطور ترحم اس بقعہ پاک کو جس مین مدتون نماز پڑھی گئی ہے آباد کرین اور جس تعظیم کا وہ بقعہء پاک مستحق ہے وہ عظمت کرتے رہین۔ یہ خیال غلط ہے کہ ہوتے مسجد سابق کے بوجہ آنے آواز آذان کے باوجود اس بعد کے دوسری بنانا یا اس کی مرمت کرنی جائز نہین۔ البتہ جمعہ اس مسجد مین جو مسجد سابق ہے ادا کرین۔ آباد کرنا اور آباد رکھنا مساجد کا از جملہ شعائر اسلام ہے و منجملہ آثار ایمان قرآن پاک مین ارشاد ہے۔ انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر۔

جو صاحب اس کار نیک کی امانت مین چندہ دینگے انشاء اللہ تعالی موافق وعدہ نبی کریم ﷺ من بنی للہ مسجدا بنی اللہ بیتا فی الجنتہ۔ بیشک مستحق ثواب ہونگے۔

واللہ سبحانہ وتعالی اعلم علمہ اتم واحکم

حررہ خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن الحسینی الامروہوی غفرلہ

ذلک من تعظیم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب

عبدالرحمٰن کان اللہ لہ والوالدیہ

۶۴۔ جواز نکاح حرۃ بالغہ

کیا فرماتے ہین علماء اہل سنت وجماعت اس مسئلہ مین کہ مسماۃ ہندہ دختر زید بعمر ۱۴ سال نکاح اس کا باہتمام اس کی مان و دادی وعم کلان کے بلاموجودگی واجازت زید کے ساتھ ایک شخص مسمی عمرو مذہب واہل سنت وجماعت کے واقع ہوا۔ مسماۃ ہندہ خود اور تمام خانہ اس کا مذہب شیعہ ہے اور کلمہ ایجاب کی جگہ موافق رواج ملک ہندہ نے سکوت کیا تو آیا مذہب اہل سنت کے موافق یہ عقد صحیح ہے یا نہین۔ لہذا درصورت ناراضگی زید کے جو باپ دختر کا ہے یا ہونا چاہیے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر عم کلان ہندہ کا منجانب زید پدر ہندہ وکیل ومجاز تھا اور عندالاستیذان بجواب اس کے ہندہ نے سکوت کیا تو یہہ سکوت ہندہ بحکم اذن ہے اور نکاح صحیح فی الدر المختار۔

فان استاذنہا ای الولی وھوالسنۃ او وکیلہ اور سولہ اور زوجہا ولیہا واخبرہا رسولہ اوفقولی عدل فکستت۔ اوضحکت اوبکت بلاصوت فھو اذن ومثلہ منھا۔ اور بالغہ کے نفاذ وصحتِ نکاح مین رضاء ولی ضرور نہین فیھا ایضاً۔ ینفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلارضی ولی۔ البتہ اگر ہندہ نے کسی دنی القوم سے نکاح کیا ہے جو بحق ولی یعنی بحق پدر ہندہ موجب عار ہوتو باوجود صحت نکاح پدر ہندہ کو ازالت للعار اختیار ہے کہ اس نکاح کو بحکم قاضی فسخ کرادے۔ ولہ ای للولی الاعتراض فی غیر الکفو فیفسخہ القاضی۔ (الدر المختار) اور اگر عم کلان ہندہ کا منجانب پدر وکیل ومجاز نہ تھا بلکہ اس نے بطور خود بغیر

استرضاء پدر ہندہ یہہ نکاح کیا تو چونکہ ہوتے باپ ولی قریب کے چچا ولی بعید ہے اور بمنزلہ اجنبی تو عند الاستیذان ہندہ کا سکوت کافی نہین بلکہ اذن صریح کی ضرورت ہے پس اگر ہندہ نے عند الاستیذان صرف سکوت کیا ہے اور پھر بعد العقد منجانب ہندہ کوئی ایسا فعل مرتبہ وقوع میں نہین آیا جو شرعا بحکم اذن صریح ہو جیسے مطالبہ مہر یا نفقہ یا تمکن علی الوطی یا قبول تہنیت یا ضحک علی وجہ السرور تو یہہ نکاح غیر صحیح ہے فی الدر المختار وان استاذنہا غیر الاقرب کا جنبی او ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتھا بل لابد من القول او ماہو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کطلب مہرہا اور نفقتہا او تمکنہا من الوطی اور قبول التہنیۃ والضحک سرورا وغیر ذلک۔ الملتقط منہا مقام الحاجت چونکہ بناء سوال یا عدم رضاء پدر ہندہ ہے یا سکوت ہندہ لہذا اس بناء پر جواب لکھا گیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہ

۶۵۔ زوجہ کا اختیار نکاح ثانی

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے اس شرط پر ایک عورت سے نکاح کیا کہ بدون اجازت زوجہ کہین باہر نہ جاؤن گا اور درصورت جانے کے دو سال سے زیادہ قیام نہ کرونگا اور چھ ماہ کا سامان خورد ونوش دے کر جاؤنگا اور اگر مین دو سال سے زیادہ قیام کرونگا تو زوجہ کو اختیار ہے کہ نکاح کسی اور شخص سے کرلے۔ اب اس شخص مذکور کو گئے ہوئے چھ سال ہوئے اور ہنوز نہین آیا اور نہ اس نے اپنی خیریت کا خط بھیجا گو ہمین یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ وہ شخص مذکور صحیح وتندرست زندہ ہے آیا ایسی حالت مین زوجہ نکاح ثانی کی مختار ہے یا نہین؟

الجواب

صورت مستفسرہ میں صورت تفویض الطلاق الی الزوجہ وصوت خیار الزوجہ ہے اور یہ ظاہر کہ تفویض طلاق وخیار والامر بالیہ جملہ بحکم طلاق ہین۔ یعنی فی ملک النکاح یا مضافا الی ملک النکاح ہون تو صحیح ورنہ غیر صحیح۔ اور یہہ خود ثابت کہ نکاح ایجاب وقبول سے قبل متحقق نہین اور مضمون

سوال سے یہہ ثابت نہین کہ اول من جانب الزوج ایجاب وبھذا الشرط تھا وبجوابہ من جانب قبول بھذا الشرط۔ پس جواب علی کلا الشقین لکھا جاتا ہے اگر شق اول ہے یعنی زوج نے اولاً ایجاب بھذا الشرط کیا ہے اور پھر زوجہ نے قبول بھذا الشرط تو چونکہ مرتبہ ایجاب مین متحقق نہین لہذا یہہ تفویض قبل از نکاح ہوئی نہ فی حال النکاح و فی ملک النکاح۔ اور اضافت الی ملک النکاح خود مفقود پس یہ تفویض خود صحیح نہین باطل ہے۔ اس صورت مین زوجہ کو بربنا اس تفویض باطلہ کے کوئی اختیار نہین ہوسکتا۔ اور اگر شق ثانی ہے یعنی اول ایجاب من جانب زوجہ ہے اور بجوابہ قبول من جانب زوج تو البتہ یہہ تفویض صحیح ہے اور خیار درست۔ لیکن چونکہ معلق بالشرط ہے بعد وجود شرط متحقق ہوگی بعد علم بوجود الشرط زوجہ کو بحکم ہذا التفویض و ہذا الخیار اختیار ہوگا فی مجلس العلم اپنے آپ کو طلاق دے مگر صورت مستفسرہ مین زوجہ نے بعد علم بوجود الشرط مجلس علم کیا معنی چار سالہ مدت تک اپنے کو فی نکاح الزوج قائم رکھا اور اس مدت طویلہ تک طلاق نہین لی۔ اب وہ بحکم تفویض سابقہ اس مدت چار سالہ کے بعد کچھ نہین کرسکتی۔ فی الفصول العمادیۃ ذکر فی کتاب الحیل۔ الحیلۃ للمطلقۃ ثلاثاً اذا خافت ان تمسکہا المحلل ان تقول لہ زوجت نفی منک علی ان امری بیدی وقال الزوج قبلتُ جاز النکاح وصار الامر بیدہا ولو بداء الزوج وقال تزوجتکِ علی ان امرکِ بیدک وقبلت جاز النکاح ولا یکون الامر بیدہا۔ والفرق ان الزوج حین قال لہا امرک بیدک لم تکن فی نکاحہ والامر بالید انما یصح فی الملک اومضافا الے الملک وقد انعدم الامران جمیعا فلا یصح وفی الفصل الاول حین قبل الزوج یصیر الامر بیدہا مقارنا بصیرورتہا منکوحۃ لہ۔ وفی فتاویٰ قاضیخان فی فصل الوکیل بالنکاح وان وکل رجلا بان یزوجہ امرءۃ فزوجہ امراءۃ علی ان امرہا بیدہا، االنکاح ویبطل الشرط۔ وایضاً فی فصول العمادیہ فان کانا معلقا بالشرط فانما یصیر الامر مابعد فی لالمفوض الیہ اذا وجد الشرط واذا اوجد فان کان الامر مطلقا غیر مؤقت ابوقت صار الامر بیدہا فی مجلس علمہا۔ بالجملہ ان روایات مذکورہ سے حکم شقین ثابت ہوکر واضح ثابت ہوا کہ علے کلا الشقین اب زوجہ کو بعد گزرنے اس مدت طویلہ کے کوئی اختیار نہین اور بغیر طلاق جدید من جانب الزوج زوجہ بحکم ہذا التفویض کچھ نہین کرسکتی۔ واللہ سبحانہ

تعالےاعلم وعلمہ اتم واحکم

٦٦۔ہندو کے گھر کا کھانا

ایک ہندو نے کہ جو بیمار تھا تو جز شفایابی علماء کی دعوت کی بر بنائے خوش اعتقادی اتفاقاً وہ اچھا ہوگیا علماء کو اسکے ہان ایسا کھانا جائز ہے یا نہین۔

الجواب

ہندو کے گھر کا کھانا چندان مضائقہ نہین لابأس البتہ بہتر نہ تھا کہ علماء دین حفظاً لحرمتہ الدین واہل الدین وارغاماً للکفر ولہلہ اس ضیافت سے برطرف رہتے۔واللہ سبحانہ تعالےاعلم

٦٧۔اجرت استفتاء وفرائض لینا جائز ہے یا نہین۔

الجواب

اصل مذہب یون ہے کہ اجرت لینی علے العبادہ کا الاذان والامامتہ وتعلیم القرآن والافتاء والفقہ وغیرہا جائز نہین مگر متآخرین فقہا وعلماء وقت نے حالت موجودہ پر نظر فرما کر یعنی اس حالت پر کہ علماء وصلحاء کی خدمت کرنیکی نہ کسی کو توفیق نہ سلاطین وقت کی طرف سے انکا کوئی ذریعہ قوت مقرر والضروریات تبیح المحذورات اس امر المحذور یعنی اجرتہ علے ہذہ العبادات کو جائز ولابأس بھی لکھا ہے۔

فی الہدایہ والاستیجار علی الاذان والحج وکذا الاقامتہ وتعلیم القرآن والفقہ والاصل ان کل طاعتہ یختص بہا المسلم لاتجوز الاستیجار وقال فی حاشیتہا ہذا علی راء المتقدمین وقال فی الہدایہ بعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن۔

فی الجملہ نظر لضروریات فی زماننا ہذا اجرت لینا جائز ہے مگر کیا اچھا ہو جو بلحاظ اصل مذہب ونظر تقویٰ اس اجارہ سے حذر ہو اس اجرت لینے کے بارے مین کوئی حیلہ شرعیہ کرلیا

جائے۔ واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حَرَّرہٗ خادم الطلبہ احمد حسن الامروہوی غفرلہ

۶۸۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانا

لاریب فی ان المسیح بن مریم رفعہ اللہ تعالی الی السماء حیا وما قتلوہ وما صلبوہ یقینا بل رفعہ لہم وسینزلہ اللہ تعالی عند قرب الساعت بعد خروج الدجال فی جامع دمشق عند منارۃ الشرقیہ بین مہرودتین واضعا یدیہ علی الملکین یقطر الماء من راسہ کانہ خرج من دیماس فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیہ ویقتل علی یدیہ الدجال الاکبر دعوت الکافر من نفسہ الشریعت یقتل الی حیث ینتہی بصرہ اللطیفہ قول حق لا یاتیہ الباطل من یدیہ ولا من خلفہٖ کما نطق بہ کتاب اللہ واخبر بہ النبی الصادق المصدوق ولا ینبئک مثل خبیر فمن قال انہ مات وادعی نفسہ بانہ المسیح الموعود فقد شاق اللہ ورسولہ واعرض عن النصوص الظاہرہ فی کتابہ وکتاب رسولہ وخالفہما وخالف الامر الثابت فی الدین ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی ویتبع غیر سبیل المومنین۔ نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا۔ الا انہم لیقولون منکرا من القول وزورا الا انہ ضریہ بلا مریہ کبرت کلمہ تخرج من افواہیم ان یقولون الا کذبا الا انہم فی مریۃ من لقاء عیسیٰ الا انہم فی شک منہ وسیبطل اللہ ما یقول ویفتح بیننا وبینہ بالحق واللہ خیر الفاتحین وھو علی ذلک کل وکیل وکفی بہ وکیلا فیا ایہا الذین آمنوا وصدقوا بکتاب اللہ ورسولہ وصدقو علیکم ان تکونوا من ہذا الضال المضل علی طرف بعید وحذر شدید فانہ من دجال عند ہذہ الامت صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ الکریم لا تقوم الساعت حتی یبعث کذابون دجالون قریب من ثلثین کلہم یزعم انہ رسول اللہ واللہ سبحانہ وتعالی یہدی من یشاء الی صراط مستقیم وھو بکل شئی خبیر وعلیم ھو اعلم علمہ اتم واحکم

٦٩۔ واعظ اور مفتی کی علمی استعداد

نوازش نامہ شرف صدور فرمایا۔ ترکیب از زید۔ نوازش صفت مقدم، نام اسم موصوف صفت موصوف مل کر مبتدا ہوا۔ شرف صفت مقدم۔ صدور اسم موصوف صفت اور موصوف ملکر مرکب غیر صفت فرمایا ماضی مطلق، مفرد اسم موصوف اور فعل ماضی مفرد ملکر خبر ہوا مبتدا کا مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ایک چیز کے حرمت کے قائل نہ ہونے سے حلت کا قائل ہونا لازم آتا ہے یانہین؟ جواب از زید آتا ہے اب انصافاً آپ ہی فرمایئے حرمت کا نقیض کیا ہے۔ حلت ہے یانہین۔ حرمت کا قائل ہونا بعینہ اس کی حلت کے ہونیکا نتیجہ ہے۔ دیکھو بحث تصدیقات مین ان کانت الشرطیہ منفصلہ فمانع الجمع ینتج من وضع کل رفع الاخر لامتناع اجتماعہما کقولنا اماان یکون ہذا العدد زوجا او فردا لکنہ لیس بفرد فہو زوج انتہی۔ تو آپ ہی کے کلام سے قیاس استثنائی کے طور پر حلت ہی کا نتیجہ نکلتا ہے۔ انتہی تحریر زید بالفاظ پس جس شخص کی لیاقت علمی مطابق جملات مذکورہ کے ہو ایسا شخص بحکم شریعت امت محمدیہ کا واعظ ہو سکتا ہے۔

الجواب

مفتی اور واعظ ہونے کے لئے یہ صرف اسقدر استعداد علمی کافی نہین کہ عربی عبارت کافی الجملہ ترجمہ اسکے یا قصص چند یاد ہون یا اردو، فارسی زبان مین چند رسائل جو مسائل دین کے بارے مین ہون ان کو دیکھا ہو یا پڑھا ہو بلکہ اس امر کی ضرورت ہے کہ قرآن و حدیث کا علم رکھتا ہو۔ آیات واحادیث مین تعارض کو رفع کر سکے علی ھذا مسائل فقہیہ واحادیث مین تطبیق دے سکے مسائل فقہ کے بارے مین جو اقوال مختلفہ ہون ان مین راجح و مرجوح اور قول مفتی بہ پر اطلاع رکھتا ہو زید جس کے حال سے سوال کیا جاتا ہے ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی استعداد کا آدمی ہے جو ترکیب اس نے لکھی اکثر غلط ہے۔ علی ہذا جو عبارت عربی کی لکھی اور اسے اپنے مدعا کو ثابت کیا وہ بھی ٹھیک نہین مانعت الجمع کا یہہ حکم صحیح کہ قبضہ مانعت الجمع وضع کل جزء سے رفع الاخر کا نتیجہ دیتا

ہے۔ مگر مثال صحیح نہین وہ مثال منفصلہ حقیقیہ کی ہے جس مین وضع کل جزء رفع الاخر اور رفع کل جزء وضع الاخر کو منتج ہو۔ چنانچہ زید نے رفع احد الجزئیین سے وضع آخر کا نتیجہ لکھا ہے مانعت الجمع مین رفع جزء وضع آخر کو مسلتزم نہیں جواز الخلو مانحن فیہ مین رفع احد الجزئیین یعنی رفع حرمت سے وضع الاخر یعنی وضع حلت وثبوت حلت کا نتیجہ مقصود ہے اور وہ تاوقتیکہ فیما بین حلت وحرمت انفصال حقیقی اور نسبت تناقض نہ ثابت کی جائے۔ ثابت نہین ہوسکتا۔ پس زید کے طرز استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ منقصلہ حقیقیہ ومنفصلہ مالغت الجمع مین فرق کرسکتا ہے اور نہ وہ فیما بین وضع ورفع کوئی امتیاز۔ نہ اس کو طرز استدلال سے آگاہی نہ اس کو تطبیق الدلیل علی المذکور کا سلیقہ۔ ایسا شخص لائق اس کے نہین کہ مفتی بنے یا واعظ۔ ایسے شخص کا واعظ ومفتی بننا یا دوسروں کا اس کو واعظ ومفتی بنانا بے شک مصداق ہے اس حدیث کا علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ یرفع العلم ویکثر الجہل واتخذ الناس رؤسھم جہالاً فافتوا بغیر علم فضلو اواضلو اوکما قال واللہ سبحانہ تعالی اعلم بسرائر احوال عبادہ وھو اللطیف الخبیر

۰۷۔ ظہار، طلاق، کفارہ

زید کا ہمیشہ اس کی منکوحہ سے لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔ ایک دن زید نے بہت سے آدمیون کے سامنے اپنی منکوحہ کو خطاب کر کے کہا کہ تو تو میری مان جیسی ہے بلکہ اس لفظ کو مکرر کئی مجلسون مین کئی آدمیون کے سامنے کہا اب بعد گزرنے مدت تین ماہ کے جب کہ اس عرصے مین زید نے کفارہ ظہار ادا نہین کیا تو اس کی منکوحہ پر طلاق واقع ہوتی ہے یا نہین بینوا توجروا

الجواب

یہہ لفظ ظہار صریح نہین بلکہ از جملہ کفایات ظہار ہے اس مین کہنے والے کی نیت معتبر ہوگی اگر بہ نیت ظہار ہوگا اور بہ نیت طلاق کہا ہے طلاق بائنہ واقع ہوگی جس مین تجدید نکاح کی ضرورت ہے اور اگر یہہ بہ نیت کرامت کہا ہے نہ طلاق واقع ہوگی نہ ظہار نہ کفارہ ظہار کی ضرورت

نہ تجدید نکاح کی حاجت اور اگر کوئی نیت نہین کلام لغو ہوگا اور کوئی حکم شرعی اس پر مرتب نہ ہوگا۔ علی قول الامام فی الوقایۃ۔ وفی انت علیّٔ مثل اُمی او کامی ان نوی الکرامۃ او الظہار صحت وان نوی الطلاق بانت وان لم ینو شیئا لغا۔ مگر جھگڑا باہمی کی حالت مین یہہ لفظ نظر بہ دلالہء حال اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہہ لفظ خواہ بہ نیت ظہار کہا ہے اور خواہ بہ نیت طلاق اور اگر نیت طلاق ہے تو کفارہ ظہار کی ضرورت ہے اور اگر نیت طلاق ہے تجدید نکاح کی حاجت۔ غصہ یا جھگڑے کے وقت مین کہنا دلالت حال وقضاء بحکم نیت سمجھا جائے گا ایضا فیہا وکنایت مالم یوضع لہ واحتملہ وغیرہ فلا تطلق الا بہ نیت اودلالہء حال۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم

حرّرہ و خادم الطلبہ احمد حسن الامروہوی غفرلہ

۱۷۔ نقل خط مولینا امروہی بخدمت مولینا گنگوہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوۃ علے رسولہ الکریم

کمترین خادمان احقر الزمن احمد حسن باعلے خدمت حضرت مولینا المعظم ادامھم اللہ تعالے والقابہم سلام مسنون مکلّف ہے والا نامہ پہونچا سرمایہ عزت ہوا مجھکو کیا حوصلہ وکیا مجال جو جوابات شبہات جناب والا قلم اُٹھاؤن اور کچھ لکھون یا جس کو آپ غلط فرمائین مین اسکو صحیح قرار دون بے شک جو مین نے لکھا غلط تھا اور ہے آپ نے خود اصلاح فرمادی ہوتی مجھ تک نوبتہ نہ پہونچتی مین اپنی غلطی کا معترف ہوکر آپ کی تحریر مرسلہ پر مہر کرتا ہون ہان اسقدر عرض کرنا ضرور ہے کہ مرے پاس جو سوال آیا ہے اس مین اور سوال مندرجہ تحریر ہذا مین بڑا فرق ہے اسمین صاف طور پر لکھا ہے کہ زید اصل مالک نے اپنی حیات مین وفات سے دو برس پہلے جملہ جائداد جو مالیتی پانچ ہزار کے تھی بموجودگی دختران ودیگر خاندان اپنے کے بعوض دین مہر کے جو نیز تعداد پانچ ہزار روپے کے تھا اپنی زوجہ کے ہاتھ بیع کردی اور اوسکو بیع ورہن جملہ تصرفات مالکانہ کا اختیار دیدیا۔ زوجہ بعد اس عقد کے اسی سنہ سے تا مدت دو سالہ زمانہ حیات شوہر ہمہ جہت اس تمامی جائداد و

آمدنی جائداد پر مالکانہ قابض و متصرف رہی اور زوج اصل مالک کو کوئی تعرض نکیا اس سوال مین
بجواب ایجاب عقد کے زوجہ کی طرف سے قبول کرنا البتہ مذکور نہین ۔ سو یہ عدم الذکر ہی ذکر العدم
نہین تا متعین طور پر لکھا جائے کہ تنہا ایجاب سے عقد منعقد نہین ہوتا بلکہ واقع کی رو سے دونون
احتمال ہین قبول ہوا اور مذکور فی سوال نہ ہو یا سرے سے قبول ہی نہ ہو مگر ظاہر احتمال اول ہے اور
احتمال ثانی مجرد احتمال ۔ نظر سیاق سوال بے تکلف ظاہر ہے کہ زوجہ نے اس عقد بیع کو قبول کیا اور اگر
قبول نہ کرتی زمانہ حیات زوج جو مالک اصلی تھا اس جائداد پر تا مدت دو سال کیونکر مالکانہ قابض
رہتی اور کس طرح اوسکی آمدنی سے متمتع ہوتی ۔ اس مدت طویلہ تک زوجہ کا یون متصرف رہنا اور رفع
اصل مالک کا تمامی جائداد اور آمدنی جائداد سے بے تعلق رہ کر متعرض نہ ہونا واضح دلالت کرتا ہے
کہ زوجہ نے اس بیع کو قبول کر لیا تھا اور قبول منجانب زوجہ صراحتاً مرتبہ وجود مین آچکا تھا ۔ ہان سائل
نے اپنی کوتاہ بیانی سے اسکو ذکر نہین کیا ۔ لہذا مسئلہ جزئیہ ہے کہ اگر زوجہ کسی سے یون کہے بعتک ہذا
العبد اور شخص ثانی قبلت نہ کہے مگر بجواب زید یون کہے فاعتقت پس قبول صریح نہین مگر مال زید
مین لجواب ایجاب بیع یہ تصرف اس کا مقتضی قبول عقد ہے اور بحکم اقتضاء ایجاب و قبول دونوں محقق
پس عقد بیع نیز صحیح یہان پر بھی چونکہ بعد ایجاب عقد زوجہ زید اسوقت سے مالک ہو کر رہی اس لئے
اقتضاء و قبول عقد ثابت پس یہہ بیع نیز صحیح اب جائداد مملوکہ زید ہے نہ متروکہ زید مرے جواب کا
مدار اس بیان پر ہے ۔ دختران زید کو چونکہ علم اس عقد کا تھا اور جانتی تھیں کہ یہ جائداد متروکہ پدری
نہین دین مہر مادری مین بیع ہو چکی ہین اس لئے انہون نے اپنے کو غیر مستحق سمجھکر اپنا نام درج
کاغذات سرکاری میں نہین کرایا اور یہ عذر کیا کہ یہ جائداد ہماری مان کی ہے یہ نہین کہ انہون نے
اس جائداد کو متروکہ پدری جانا ۔ اس بات سے دستبرداری کی تا کہ ان کو دستبرداری نامعتبر ہو یا اس کو
ہبہ شاع قرار دیا جائے ۔ میرے پاس جو سوال آیا ہے اسمین برادر زادگان زید کا نیز ذکر نہین ۔
دوسرا جواب جو حضور نے مرسل فرمایا ہے اس کا مدار اس سوال پر ہے جس مین صرف دستبرداری
دختران کو بناء ملک زوجہ قرار دیا ہے نیز اس سوال میں برادر زادگان زید کا وارث رہنا نیز لکھا گیا

ہے۔ بے شک وبالیقین اس مضمون سوال کا ہی جواب ہے جوارسال کیا گیا ہے بعد وفات زید زوجہ نے جوموافق میری تحریر کے مالک جائداد قرار پائی اس تمامی جائداد وسکنی صحرائی مین سے اسقدر جائداد کو جس کی قیمت چار ہزار پانچ سو روپیہ تخمیناً قرار پائی بنام دختر کلان اپنی کے ہبہ کیا وہ یہی غالباً ہبہ مشاع نہین۔ ہبہ مشاع جب ہوتا ہے کہ کل جائداد کا کوئی حصہ ہبہ کیا جاتا یہان قطعات متعلقہ سکنائی وصحرائی میں وہ قطعات چند جنکی قیمت ہو ہبہ کی باقی جائداد اپنے قبضہ مین رکھی رجسٹری وغیرہ جملہ مراتب کا جس میں داخل خارج سمجھا جاتا ہے مکمل کرادینا قبضہ کرادینے پر نیز دلالت کرتا ہے۔ بالجملہ کوتاہی یہان سائل پر محمول کر کے ان وجوہ کے بعد اس ہبہ کو صحیح کہہ سکتے ہین البتہ باقی ماندہ جائداد کا ہبہ صحیح نہیں بلکہ وہ ہبہ نہین وصیت بالہبہ ہے مع ہذا اگر دونون ہبہ ناجائز۔ ان کو غیر ثابت مانا جائے تاہم ہوتے ہونے دختر کے جواز جملہ ذوالفروض ہے جائداد مذکورہ جسکو تر کہ زوجہ سمجھا گیا اولاد دختران کو جو منجملہ ذوی الارحام ہین کیونکر مل سکتی ہے دختر کلان ردا فرضا سب کی مستحق ہوگی۔ نیز اگر بیع کو نادرست کہا جائے اور اس ہبہ کو غیر صحیح دین مہر زوجہ چونکہ مقداری پانچ ہزار کا ہے اور جائداد مقرر کہ نیز اسقدر مالیت کی ہے پس متفرق ہوگی وارثان زید تاوقتیکہ دین مہر نہ ادا کرین اپنے اس جائداد کے کیونکہ مستحق ہو سکتے ہین بغیر ادا دین جملہ جائداد متفرق بدین ہوکر دختر کلان زوجہ متوفیہ کی فرضا ردا اسکے لینے کی مستحق ہے میرے نزدیک ایتام کے مستحق ہونے کی کوئی صورت نہین اور بناء جواب ان جملہ خیالات پریشان پر ہے۔ اگر صحیح ہون فبہا ورنہ غالباً صحیح نہ ہون گے مگر مجھ کو یاد نہین سوال کہان سے آیا تھا اور سائل کون اس کا مرتبہ پتہ ونشان سے مطلع فرمایئے چونکہ یہہ واقعہ حضور کو غالباً بالتفصیل معلوم ہے لہذا میری سمع خراشی بجائے خود معاف فرمایئے۔ مکلف احقر الزمن احمد حسن امروہوی (بعد مین حضرت مولینا گنگوہی کا مکرمت نامہ پہنچا اور مولینا امروہوی سے اتفاق رائے کیا)